

آنکھوں کے درپچوں پہ

افشاں کنول

اس وقت تو یوں لگتا ہے کہ اب کچھ بھی نہیں ہے

مہتاب نہ سورج، نہ اندھیرا نہ سویرا

آنکھوں کے درپچوں پہ کسی حسن کا چلمن

اور دل کی پناہوں میں کسی درد کا ڈیرا

ممکن ہے کوئی وہم تھا ممکن ہے سناہو

گلیوں میں کسی چاپ کا اک آخری پھیرا

شاخوں میں خیالوں کے گھنے پیڑ کی شاید

اب آکے کرے گانا کوئی خواب بسیرا

مانا کہ یہ سنسان گھڑی سخت کڑی ہے

لیکن میرے دل پہ تو فقط اک گھڑی ہے

ہمت کرو جینے کو تو اک عمر بڑی ہے۔

جبور سوچو میں گم اپنے بالوں میں کنگا کر رہی تھی کہ اچانک اس کی چھوٹی بہن صوفی پیچھے سے آکر اس سے لپٹ گئی۔ اور زور سے اسکا گال چوما۔

”صوفی صبح صبح مستی“۔ جبور نے مصنوعی گھوری سے نوازا، اور اپنے بال باندھنے لگی

”آپی مستی کہاں، میں تو آپکو پیار کر رہی تھی“۔ اس نے عادتاً منہ بسورا تھا

”ڈرامہ کوئی ین“ جبور نے مسکراتے ہوئے اسکا گال کھنچا

”آپی“ وہ چیخی۔ پھر ناراضگی سے کہا، ”چلیں ماما ناشتے کے لئے آپ کو بلارہی ہیں۔“

کوئی اس کے گال کھنچے یہ بات اسے پسند نہیں تھی۔

اس کی نظر سامنے ٹیبل پر پڑی جہاں جبور کی فیورٹ گھڑی رکھی تھی۔ جو اسکے بابا نے اس کے برتھ ڈے پر گفٹ کی تھی۔ یہ اسکے بابا کا آخری گفٹ تھا۔ جو اسے جان سے زیادہ عزیز تھی۔ صوفی کو اک دم شرارت سو جھی اس نے وہ گھڑی اٹھائی اور بھگ لی۔

جبور نے دیکھا تو پہلے وہ حیران ہوئی۔ پھر خود بھی اسکے پیچھے بھاگی۔ صوفی تو تیزی سے سڑھیاں اتر گئی۔ پر جبور نیچے گری فائی ل اٹھاتے احزم سے ٹکرا گئی۔ جو فائی ل اٹھا کر واپس اٹھ رہا تھا۔

حبور کا چہرہ احزم کے چہرے ٹکرایا، اس کے ہونٹ احزم کے گال ٹچ ہوئے تھے۔ اس تصادم پر حبور نے اپنے ہونٹوں پر جبکہ احزم نے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں۔

ایک کی آنکھوں میں انوکھی چمک تھی جبکہ دوسری آنکھوں میں وحشت تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے حبور کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی۔ اس سے پہلے احزم کچھ بولتا وہ تیزی سے پلٹی اور اندر جا کر روم کا دروازہ بند کر دیا۔

احزم ابھی بھی شک تھا اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کے ساتھ اتنا خوبصورت حادثہ ہوا ہے۔ “بقول اس کے”

“یار آج کی صبح تو واقعی گڈ ہو گئی۔ اس نے اپنے گال پر ہاتھ رکھ کر آنکھیں بند کی تو چہم سے حبور کی آنسو بھری آنکھیں نظروں کے سامنے آگئی۔ اس نے جلدی سے حبور کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا۔ وہ ویسے ہی آفس سے لیٹ ہو رہا تھا۔ آج اس کی اہم میٹنگ تھی اسے جلدی نکلنا تھا۔” پتا نہیں باہر کب آئی گی؟۔ “وہ سوچتا ہوا نیچے کی جانب چل دیا۔

دوسری طرف حبور شاہور کے نیچے کھڑی اپنے بازو، کندھے، کمر اور کبھی چہرہ رگڑ رگڑ کر دھور ہی تھی۔ کوئی جلتا لمس اسے اپنے وجود پر محسوس ہو رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ اس کا جسم جل رہا ہے۔ جب اس لمس کو وہ مٹانا سکی تو زور زور سے رونے لگی۔

“بابا آپ کیوں چلے گئے مجھے چھوڑ کر؟ یہ دنیا بالکل آچھی نہیں ہے۔”

“یہاں انسانوں کے روپ میں بھڑئی بے بستے ہیں۔” وہ مسلسل بڑبڑا رہی تھی۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ”احزم نے ڈائی ینگ ٹیبل پر پہنچ کر سلام کیا

وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ ”اُو بیٹھو بیٹا ناشتہ کرو“ یہ وقار صاحب تھے احزم کے بابا

نہیں بابا لیٹ ہو رہا ہوں آپکو معلوم ہے کہ آج کتنی اہم میٹنگ ہے۔

لویہ کیا بات ہوئی، کوئی ضرورت نہیں ہے خالی پیٹ جانے کی۔ لویہ جو س پو”

یہ آسیہ بیگم ہیں وقار صاحب کی دوسری بیوی۔ پہلی بیوی کا انکی انتقال ہو چکا احزم کے بچپن میں۔ وہ کینسر کے مرض میں مبتلا تھیں۔ ان کے ڈیٹھ کے کچھ عرصے بعد وقار صاحب کی والدہ نے انک نکاح آسیہ بیگم سے کروادیا۔ جو کہ بیوہ اور ایک بیٹی ماں بھی تھی۔

شروع شروع میں احزم ان سے دور دور رہتا تھا۔ پر آسیہ بیگم کی توجہ اور محبت کی وجہ سے وہ ان کے قریب آگیا۔ اسے اپنی ماں سے کی توجہ اور پیار نہیں ملا تھب کیونکہ وہ کافی ٹائی م بیمار رہی تھیں۔

لویہ سینڈویچ بھی کھائی و”

تھنکس ماما”

بابا یہ ماما نا بھائی سے زیادہ پیار کرتی ہیں۔ کبھی مجھے اتنے پیار سے ناشتہ نہیں کروایا ”صوفی نے منہ بسورا

بلکل بونی بطخ تم نے ٹھیک کہا۔“ احزم نے اسکی چوٹی کھنچی

بابا دیکھیں بھائی مجھے پھر بونی بطخ کہہ رہے ہیں۔“

احزم ”تنگ نا کرو بہن کو۔“

کیا بابا کبھی کبھی تو تنگ کرتا ہوں۔“

جھوٹ روز کرتے ہیں۔“

آچھا بھئی نہیں کرتا تنگ جا رہا ہوں۔۔۔۔۔ بونی بطخ ”وہ کہتا تیزی سے باہر نکل گیا۔ اسکی حرکت پر سب مسکرا دیں۔

یہ حورا بھی تک نہیں آئی۔“

لیں ماما وہ آگئی۔“

وہ سلام کر کے چئی رپر بیٹھ گئی

تمہاری طبیعت ٹھیک ہے بیٹا۔“ وقار صاحب نے اسکی سرخ آنکھوں کو دیکھ کر پوچھا۔ ان کے لہجے میں ایک باپ کی فکر تھی۔

بس سر میں درد ہے۔“

تو تم آج چھٹی کر لو۔“ اسبہ بیگم نے اسکا ماتھا چھوا جو ٹھنڈا تھا

چھٹی نہیں کر سکتی، آج بہت اہم لیکچر ہے۔“

آپی آپ ناراض ہیں مجھ سے؟ یہ لیں آپنی گھڑی۔“

جانو ایسا کچھ نہیں ہے۔“ اس نے پیار سے اکے گال کو چھو کر کہا اور گھڑی لے کر پہن لی۔

چلو بچیوں میں باہر ہوں، آپ دنوں بھی آجؤ۔ آپ کو چھوڑ کر مجھے آفس بھی جانا ہے۔ وہ دونوں کو کہتے اٹھ گئے۔

وہ دونوں جیسے ہی یونی کے اندر داخل ہوئی یں۔ سامنے سے ابراہیم ان کی طرف آتا نظر آیا

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ”کیا حال ہیں پیاری لڑکیوں؟“

وَعَلَیْکُمُ السَّلَام ”ہم ٹھیک ہیں۔“ تم اپنا حال بتاؤ؟“

ناہی پوچھو، بالکل اچھا نہیں ہے۔“ وہ بول جبور سے رہا تھا پردیکھ صوفی کو رہا تھا۔

جو اسے اگنور کئے نیچے دیکھ رہی تھی۔

صوفی اپکا کچھ کہو گیا ہے کیا؟۔ اب کے اسنے ڈائی رکٹ ایسی سے پوچھا

جی۔۔ جی نہیں۔“ اس نے نظر اٹھائی تو ابراہیم آنکھوں میں چاہت لئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس نے فوراً نظریں دوبارہ نیچے کر لیں۔

نہیں میں نے سوچا کہ آپ کب سے نیچے دیکھ رہی ہیں تو اپکا بھی کچھ کہو گیا میری طرح۔“ وہ زو معنی لہجے میں بولا

نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔“ اب کے اسنے تپ کر کہا

تو کیا آپ مجھے اگنور کر رہی ہیں۔ میں اپکو اچھا نہیں لگتا؟ اب کے اس نے سنجیدگی سے پوچھا پردیکھ آنکھوں میں شرارت تھی۔

آپی یہ کیا بول رہے ہیں۔“ اس نے گھبرا کر جبور کو دیکھ کر کہا

ابراہیم بعض اجاؤ، میری بہن کو پریشان نا کرو۔ ”جبور نے اسے گھورا

اچھا تمھاری بہن میری بھی کچھ لگتی ہے۔ ”اب کہ اسنے لڑاکا انداز میں کہا

آچھا آ آ یعنی میری بہن تمھاری بھی بہن لگی ”ہے نا یہی بول رہے ہونا۔“

اللہ نا کرے، کیسی باتیں کر رہی ہو۔ ”وہ تو تڑپ ہی گیا۔ کب سے وہ صوفی کو چاہتا تھا اور یہ بات جبور بھی جانتی تھیں اسے تنگ کر رہی تھی۔

لگ ہی نہیں رہا تھا کہ یہ وہی جبور ہے جس کی حالت صبح کتنی خراب تھی۔ وہ ابراہیم کے ساتھ ایسے ہی ریلکس اور خوش ہو جاتی تھی۔ وہ اس کے چچا کا بیٹا ہی نہیں بلکہ اس کے بچپن کا ساتھی تھا اور واحد دوست بھی۔

آپی چلیں کلاس ک لے لیٹ ہو رہے ہیں۔ ”

تم چلو کلاس میں، میں صوفی کو چھوڑ آؤں۔ ”اس سے پہلے ابراہیم بھی ان کے ساتھ چل پڑتا۔ وہ صوفی کا ہاتھ پکڑ آگے بڑھ گئی

آپی مجھے آپکے یہ کزن بالکل پسند نہیں۔ ”

کیوں پسند نہیں؟۔

مجھے انکے دیکھنے کا انداز پسند نہیں، وہ جب دیکھتے ہیں تو ان کی آنکھوں میں عجیب سی چمک ہوتی ہے۔ ”

اس بات پر اس کے خیال میں دوروشن انکھیں اُٹیں تھیں۔ تمہیں پتا ہے وہ تم ک چاہتا ہے۔ ”اس نے اپنے خیال سے جان چھوڑا کر کہا

چاہتے ہو نگے پر، مجھے یہ سب پسند نہیں ہی۔“

چلو کوئی نہیں، میں کہہ دوں گی ابراہیم سے کہ میری بہن کو یہ سب پسند نہیں۔ وہ ڈائی رکٹ رشتہ لے آئے۔“

اب ٹھیک ہے؟۔ آخر میں جبور نے شرارت سے پوچھا

آپ آپ بہت بری ہیں۔“ وہ سپر ٹچ کر آگے بڑھ گئی۔

دیکھو ابراہیم لڑکیاں بہت نازک احساسات کی مالک ہوتی ہیں۔ ان کی الگ ہی اپنی دنیا ہوتی ہے خوابوں خیالوں کی۔ انھیں ٹھیس نہی لگانی چاہیئے ورنہ وہ کانچ کی طرح ٹوٹ کر بکھر جاتی ہیں۔“

تم جانتی ہو میں صوفی سے فلرٹ نہیں کر رہا۔ محبت کرتا ہوں۔ امی ابو سے بات بھی کر لی ہے۔

چچا چچی راضی ہیں؟۔

”لو کب سے، انھیں تو خود صوفی بہت پسند ہے۔ بلکہ انھوں نے تو سدرہ اپنی کو بھی بتا دیا۔ وہ تو سب سے زیادہ اکسائی ٹیڈ

ہیں۔ اب تم کوئی مثبت اشارہ دو تو میں کچھ کروں۔“

یہ تو اچھی بات ہے۔ ”تم رشتہ لے آؤں۔ میں انکل اور ماما سے بات کرتی ہوں کم از کم بات تو پکی ہو جائے۔ میں نہیں چاہتی کہ تمہارا کوئی بھی غلط تاثر صوفی پر پڑے۔“

تھنکس یار اتنا ساتھ دینے کے لئے۔“

آچھا بس اب اٹھو گھر نہیں چلنا۔ ”وہ دونوں کینٹن میں بٹھے تھے۔

صوفی بھی ویٹ کر رہی ہوگی۔“

ہاں چلو جلدی۔“ وہ تیزی سے اٹھ کر چل دیا پھر اک دم رک کر پیچھے دیکھا تو حبور اسے گھور رہی تھی۔ اس نے دانتوں کی نمائی ش کی۔ پھر وہ دونوں ہنس دیئے۔

کھانے کے بعد وہ چاروں لاؤنج میں بیٹھے گرین ٹی پی رہے تھے۔ احزم کا بزنس ڈنر بھی تھا اس وجہ سے اسے لیٹ آنا تھا۔ اسکے لیٹ آنے پر صوبر نے شکرا ادا کیا تھا۔ فلحال وہ اسکا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی، صبح ہوئے واقعہ کی وجہ سے۔

اچھا بھئی میں تو چلی، یونی کا بہت سارا کام کرنا ہے۔ ”شب بخیر۔“ صوفی نے مسکراتے ہوئے کہا اور چلی گئی۔

مجھے آپ دونوں سے بات کرنی۔“ صوفی کے جاتے ہی اس نے بات شروع کی۔

بولو بچے سن رہے ہیں۔“ وقار صاحب بولے جبکہ آسیہ بیگم اسے دیکھ رہی تھی کہ وہ کیا بات کرتی ہے۔

چچا اور چچی آنا چاہتے ہیں ”وہ رو کی جبکہ وہ دونوں اس کی جانب متوجہ تھے“ ابراہیم کے لئے صوفی کا رشتہ لے کر

اس کی بات سن کر آسیہ بیگم بولیں

”تم بھول رہی ہو تو یاد کروادوں کہ تم اور احزم بڑے ہو، تو پہلے تم دونوں کی شادی ہوگی۔“

میری شادی کی بات کہاں سے آگئی۔ وہ جھنجھلائی پھر بولی

اس وقت صوفی کی بات کریں پلیز۔“

وہ لوگ بس بات پکی کرنا چاہتے ہیں۔ شادی تو صوفی کی پڑھائی کے بعد ہی ہوگی۔ اور اس میں کافی ٹائی م ہے۔ آپ اس درمیان احزم کی شادی کر سکتیں ہیں۔ ”احزم کے نام سے دل کی دھڑکن نے رفتار پکڑی تھی۔ پر اسنے فوراً ہی دل کی لگام کھنچ چھی۔

تم کیا چاہتی ہو؟۔ وقار صاحب نے اس سے پوچھا

جیسے مجھے صوفی عزیز ہے، ویسے ہی ابراہیم بھی مجھے عزیز ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ میری یہ دونوں عزیز ہستیاں ایک ہو جائیں۔ ابراہیم اسے پسند کرتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ اسے ہمیشہ خوش رکھے گا۔

ویسے تو ابراہیم میں کوئی برائی نہیں ہے۔ اچھا بچہ ہے۔ تم کیا کہتی ہو آسیہ۔؟

کہہ تو آپ ٹھیک رہے ہیں۔“ جب انہیں ہی کوئی اعتراض نہیں تھا تو وہ کیا کہتیں۔

تو پھر تم سنڈے کو عظیم اور ان کی فیملی کو ڈنر پر انوائٹ کر لو۔ میں احزم سے بھی بات کرتا ہوں۔ باقی جو رب کی رضا۔

انھوں نے آسیہ بیگم سے کہا

چلیں پھر میں بھی چلتی ہوں ”شب بخیر۔“ وہ جلدی سے کہتی اٹھ گئی۔ مزید روکتی تو وہ پھر اسکی شادی کو لیکر بولتیں رہتیں۔

آپ فکر مت کریں۔ احزم اور حبور کے لئے میں نے بہت اچھا سوچا ہے۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے ان کے ہاتھ تھام لئے۔

آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ ”ان کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔

کل رات وہ لیٹ آیا تھا اور صبح بھی لیٹ ہی اٹھا۔ جب وہ ناشتہ کے لئے پہنچا، حبور اور صوفی جاچکی تھیں۔ کل صبح کا اسے دیکھا ہوا تھا۔ وہ دل مسوس کر رہ گیا۔

کچھ ماہ پہلے ہی وہ اگلینڈ سے بزنس کی ڈگری لے کر لوٹا تھا۔ وقار صاحب نے بزنس کی ساری ذمہ داری احزم کو سونپ دی تھیں۔ جیسے وہ بہت اچھے سے نبھا رہا تھا

احزم کو وہ بچپن میں بھی اچھی لگتی تھی۔ وہ اس سے دوستی کرنا چاہتا تھا پر وہ بات ہی نہیں کرتی تھی۔ خاموش اور ناراض سی رہتی تھی۔ پھر وہ باہر چلا گیا۔ وہ جب سے واپس آیا تھا اسکا دل بس حبور کیساتھ کی تمنا کر رہا تھا۔ اسے حبور سے محبت تھی اور وہ یہ بات مانتا تھا۔ بے شک اسنے یہ بات حبور کو نہیں کہی تھی پر وہ جانتی تھی اس کی فیلنگ کے بارے میں،

اس وجہ سے وہ اسے انکسرت کرتی تھی۔ بچپن میں جو کچھ اسکے ساتھ ہو چکا تھا۔ وہ مرد ذات کی پر چھائی سے بھی گھبراتی تھی۔ وہ تو بس ابراہیم ہی تھا اسکے بچپن کا دوست اسکا ساتھی جس کے ساتھ وہ ریلکس رہتی تھی۔ ورنہ تو وہ احزم کے اس پاس ہونے سے بھی گھبراجاتی تھی۔

وقار صاحب نے احزم سے ابراہیم کے رشتے کے متعلق بھی اسکا خیال پوچھا تھا اور اسکی طرف سے بھی مثبت جواب ہی ملا تھا۔

صبح جب وہ دونوں یونی پہنچی تو پتا چلا ابراہیم آیا ہی نہیں۔ کلاس کے بعد وہ دونوں کینیٹین میں بیٹھی چلے اور گرم گرم سمو سو کے مزے لے رہیں تھیں۔ جبور نے بات شروع کی۔

تم کو معلوم ہے اس سنڈے عظیم چچا کی فیملی ڈنر پر آرہی ہے۔؟ اس کی بات سن کر ایک پل کو صوفی کا سمو سہ کھاتا منہ رکا اور پھر چل پڑا۔ صبح اس نے سہی طرح ناشتہ نہیں کیا تھا اس وجہ سے اسے زور و کی بھوک لگی تھی جیسے وہ سمو سے کھا کر ختم کر رہا تھی۔

”تو اس میں کیا بات ہے۔“ وہ لوگ تو اکثر آتے رہتے ہیں۔ اس نے لا پرواہی سے کہا

اس دفعہ وہ لوگ خاص تمہارے لئے آرہے ہیں۔ جبور نے آنکھیں گھما کر کہا

واٹ۔۔ اسے ایک دم دھسکہ لگا تو جبور نے جلدی سے پانی کی بوتل اسکے منہ سے لگائی۔

”تو بے آرام سے کھاؤ، سمو سے کہیں بھاگے نہیں جارہے۔“ جبور نے ڈپٹا۔

دھسکہ سموسہ کی وجہ سے نہیں آپکی بات کی وجہ سے لگا ہے۔ اور میرے لئے کیوں آرہے ہیں وہ لوگ۔؟

”رشتہ لارہے تمہارا، ابراہیم کیلئے بے وقوف۔ اب کے اس نے صوفی کے سر پر چپت لگائی۔

آپی یہ کیا بات ہوئی۔ آپ اور بھائی ابھی تک سنگل گھوم رہے ہیں۔ آپ دونوں سے تو چھوٹی ہوں میں، پہلے آپ دونوں کی باری پھر میری۔“ اس نے نروٹھے پن سے کہا

”ابھی صرف بات پکی ہوگی، شادی تو پڑھائی مکمل ہونے کے بعد ہوگی۔ اور تمہیں تو خوش ہونا چاہیے وہ تمہارے ساتھ مخلص ہے، چاہتا ہے تمہیں۔ اپنے ماں باپ کو بھیج کر بتا رہا ہے کہ تم اسکے لئے، اس کی زندگی میں کتنی اہمیت رکھتی ہو۔“ صوفی نے اسے اچھے سے سمجھایا

گھر میں سب راضی ہیں۔؟

ہاں، پر تم بتاؤں تم راضی ہو۔؟

آپ سب راضی ہیں تو مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں۔ پر شادی میں آپ دونوں کے بعد ہی کروں گی۔“

اسکی بات سن کر جبور کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی

”جیو میری جان جیتی رہو۔۔ ابراہیم کے سنگ۔“ اس نے دل سے دعا دی تھی۔ اور جب دعا دل سے دی جائے تو لازمی پوری ہوتی ہے۔

یونی کے بعد وہ دونوں گھر آگئی تھیں۔ گھر آکر پتا چلا کہ ماما تو کسی رشتہ دار کی عیادت کو گئی ہیں۔ بھوک تو تھی نہیں
دونوں کو اس لئے صوفی تو اپنے کمرے میں چلے گئی جبکہ چائے کی رسیا جو رکچن میں۔ کچن میں ملازمہ نہیں تھی وہ کام
کر کے اپنے رہائی شے حصے میں چلی جاتی تھی۔ جو گھر کے پیچھے ہی تھا۔

اس نے خود ہی چائے بنانے کا سوچا۔ چائے بنانے کا سامان نکالتی وہ ساتھ گنگنار نے بھی لگی

میرے اندر کوئی بکھرا ہوا ہے کچھ دنوں سے

تمہیں کیسے بتائیں کیا ہوا ہے کچھ دنوں سے

اج احزم کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لئے وہ آفس سے جلدی گھر آ گیا تھا۔ چائے کی شدید خواہش اسے کچن کی جانب
لے گئی۔ اس نے سوچا ملازمہ سے کہہ کر اچھی سی چائے بنوائے گا پر اسے کچن کی چوکھٹ پر ہی رکنا پڑا۔ سامنے ہی
دل کا چین و سکون موجود تھی اور بڑی دلسوز آواز میں گنگنار ہی تھی

میں جلتی دھوپ شانوں پر اٹھائے پھر رہی ہوں

میرا سایہ بہت پھیلا ہوا ہے کچھ دنوں سے

تمہیں کیسے بتائیں کیا ہوا ہے کچھ دنوں سے

اس کی بیک دروازے کی طرف تھی۔ اس لئے وہ احزم کو دیکھ نہیں سکی۔ چائے ابل گئی تو اس نے چو لھا بند کر کے کپ میں نکالی اور جیسے ہی پلٹی سامنے کھڑے احزم کو کر وہ جہاں تھی وہی رک گئی۔

اور دوسری طرف وہ ہر چیز سے بے پرواہ ہو کر بس اسے ہی دیکھے جارہا تھا کل سے اسے وہ آج نظر آئی تھی۔ آنکھیں ہٹنے سے انکاری تھیں دل ضد پر اڑا تھا بس دید کی پیاس تھی نظر میں ناہوس تھی نا طلب اک پکیزگی تھی اور چاہت کی اسقدر روشنی تھی کہ جو ر برداشت نہ کر پائی۔ گھبرا کر نظریں جھکا لیں۔

تم جب بھی ملو نظر اٹھا کے ملو

مجھے پسند ہے تمہاری آنکھوں میں اپنا آپ دیکھنا

احزم کی گھمبیر آواز پر اس کی ہتھلیاں بھیگ گئی۔ ہاتھ کاپنے لگے اور ماتھے پر پسینہ پھوٹ پڑا۔ اس سے پہلے کہ وہ چائے کا کپ گر ادیتی احزم نے آگے بڑھ کر اسکے ہاتھ سے کپ لے لیا۔ وہ دیکھ سکتا تھا کہ وہ گھبرا رہی ہے اس کی موجودگی میں ہمیشہ کی طرح۔

تمہیں کیسے پتا چلا کہ مجھے چائے چاہیے۔؟ اسنے جو ر کو ریلکس کرنے کے لئے اس سے دوستانہ لہجے میں پوچھا

ووہ میں نے اپنے لئے بنائی تھی۔ ”وہ پیر وکیا انگلیوں کو کھول بند کرتی زمین پر نظر جمائے بولی

میرے سر میں درد ہے اور اس وقت یہاں کوئی ملازم بھی نہیں ہے۔ ”تو کیا میں یہ چائے پی لوں۔؟ اس نے چہرے پر

سارے جہاں کی بے چارگی سجا کر پوچھا

جی یہ آپ پی لے میں چلتی ہوں۔ وہ بول کر جانے لگی

”روکو“ احزم کی آواز پر اسے روکنا پڑا۔

ایسا کرتے ہیں کہ یہ چائے آدھی آدھی پی لیتے ہیں۔“ اس نے ایک خالی مگ میں آدھی چائے لی اور آدھی اسکی جانب بڑھادی۔ اس سے پیار بڑھتا ہے۔ اس نے یہ بات دل میں کہی

جبور نے پہلے کپ کو پھر اسے دیکھا جس کے چہرے پر بڑی پیاری مسکان تھی۔

اس نے جلدی سے کپ تھام لیا اور تیزی سے اسکے قریب سے گزر گئی۔ احزم نے دور تک اسے دیکھا

”خیر ہے، وہ نہیں اسکے ہاتھ کی بنی مزے دار چائے ہی سہی۔“ اس نے دل کو بھرپور تسلی دی۔

کمرے میں آکر اس نے چائے کا مگ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا اور جلدی سے بیڈ پر بیٹھ گئی ورنہ شاید وہ گر جاتی۔ بیڈ پر بیٹھ کر وہ آگے پیچھے ہل رہی تھی۔ جبکہ دونوں ہاتھوں سے بیڈ کی چادر کو دبو چاہوا تھا۔ وہ اس وقت ماضی میں سفر کر رہی تھی۔

ماضی □

”کیا کر رہی ہے میری گڑیا کچن میں۔“ اس نے پیچھے سے آکر جبور کے کندھوں پر ہاتھ رکھے۔

”مجھے بھوک لگ رہی تھی تو دودھ لینے آئی تھی۔“ جبور نے بولتے ہوئے اس کے ہاتھ ہٹانے چاہیے جو کندھے سے بازو اور بازو سے کندھے تک کا سفر کر رہے تھے۔ اسکا چھونا جبور کو اچھا نہیں لگتا تھا۔ اس کی ماما بزی رہتی تھیں۔ اسے ٹائی م نہیں

دے پاتی تھیں۔ ان دنوں تو اکثر ان کی طبیعت ٹھیک بھی نہیں رہتی تھی۔ کبھی چکر کبھی الٹی اور کبھی بی پی لوہو جاتا تھا۔ آج بھی ان کی طبیعت کافی خراب ہو گئی تھی تو وقار صاحب اپنی والدہ کے ساتھ انھیں ہسپتال لے گئے تھے۔ اس وجہ سے اُس نے ٹھیک سے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ اور اب اسے بھوک لگی تھی۔

”تو بے بی مجھے کہتی میں دے دیتا۔“ اس نے جبور کو گھوما کر اپنے سامنے کیا۔ اب اس کے ہاتھ جبور کے گال چھو رہے تھے

”تائی جی نہیں آئی یں؟ دادی بول گئی یں تھیں انھیں۔“ اس نے بولتے ہوئے پھر دور ہونا چاہا۔

”ہاں وہ آئیں پر انکا بی پی ہائی ہو رہا تھا تو وہ دوا کھا کر سو گئی۔ اس لئے میں آگیا تمہارے پاس۔“ اس نے دور ہوتی جبور کو واپس کھنچا اور کان میں سرگوشی کی۔

اسکے اس عمل سے وہ خوفزدہ ہو رہی تھی۔

”بیٹھو یہاں میں تمہیں دودھ دیتا ہوں۔ پھر ہم ڈھیر ساری باتیں کریں گے۔“ اسے کرسی پر بیٹھا کر وہ جیسے ہی مڑا وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی

”دودھ رہنے دیں، میں جارہی ہوں نیند آرہی ہے۔“ وہ کہہ کر تیزی سے وہاں سے بھاگ لی۔

”او میری معصوم چڑیا، کب تک بچو گی۔“ وہ اسے جاتا دیکھ بد مزہ ہوا۔ اور سیٹی بجاتا پلٹ گیا

جبور نے کمرے میں آکر جلدی سے دروازہ لوک کیا اور اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی اور دونوں ہاتھوں کو چہرے پر رکھ کر رونے لگی۔ وہ کوئی چھوٹی بچی نہیں تھی۔ گڈ اور بیڈ ٹچ اسے پتا تھا۔ اسکے بابا چھوتے تھے کئی بار انکل نے بھی اسکے سر پر یا پھر ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔ اسے برا محسوس نہیں ہوا تھا۔ پر جب وہ چھوتا تھا تو عجیب سا لگتا تھا۔ بہت ہی بری فیلنگ ہوتی

تھی۔ وہ یہ بات کسی سے شیئی نہیں کر پار ہی تھی۔ اپنے بابا کی ڈیبتھ کے بعد جیسے وہ اپنے خول میں سمٹ کر رہ گئی تھی۔
- آسیہ بیگم اس پر توجہ نہیں دے پار ہی تھیں۔ ان پر گھر کی ذمہ داری تھی اور پھر ان دونوں وہ ماں بننے کے مراحل سے
گزر رہی تھیں۔ انھیں خبر ہی نہیں تھی کہ ان کی بیٹی پر کیا قیامت گزر رہی ہے۔

حال

حبور نجانے کب تک ماضی کے بھنور میں چکراتی رہتی کہ دروازہ بجنے کی آواز پر اس نے جلدی سے سامنے دیکھا۔ گھڑی
شام کے 6 بجار ہی تھی۔

”آپی باہر آجائیں چائے پر ہم سب آپ کا ویٹ کر رہی ہیں۔“ صوفی اسے بلانے آئی تھی۔

صوفی کی آواز سن کر اسنے خود کو کمپوز کیا اور بولی

”تم چلو میں آرہی ہوں فریش ہو کے۔“ اس نے گہری سانس لی اور واش روم میں گھس گئی۔

آج وہ احزم کے ساتھ کچن میں بالکل اکیلی تھی۔ اور وہ جانتی تھی کہ احزم اس سے محبت کرتا ہے۔ اسکے ہر انداز سے ظاہر
ہوتی تھی اس کی محبت۔ اس سب کے باوجود بھی اسنے کبھی کوئی غیر اخلاقی حرکت نہیں کی۔

ابراہیم یونی پہنچا تو پتا چلا کہ شروع کے دونوں پریڈ فری ہیں۔ یہاں وہاں بھٹکنے کے بجائے وہ سیدھا کینٹنن آیا۔ سامنے ہی حبور
بیٹھی چائے سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ وہ غصے میں اسکے پاس پہنچا اور بولا

شرم تو نہیں آرہی ہوگی۔

”بلکل سہی بول رہے ہو۔۔۔ شرم تو نہیں آرہی ہوگی تمہیں۔۔۔ کل سے غائب ہو۔“

”میں تمہاری بات کر رہا ہوں محترمہ۔ جو بات تمہیں سب سے پہلے مجھے بتانی تھی۔ وہ بات مجھے صبح مئی نے بتائی۔“

کونسی بات؟ جبور نے سوال کیا اور ساتھ ہی ہاتھ سے کرسی کی طرف اشارہ کر اسے بیٹھنے کو کہا

یہی کہ انکل نے رشتہ کے لے ہاں کر دی۔ ”وہ غصے سے بولتا چیئی رگھسٹ کر بیٹھ گیا

او تمہیں غصہ اس وجہ سے ہے۔ کوئی بات نہیں میں ماما سے بول کر منع کروادیتی ہوں۔ اس کی بات پر ابراہیم اک دم

سیدھا ہوا

او بہن خدا کو مانو۔ ”وہ تیزی سے کھڑا ہوا

غصہ مجھے تمہارے نابتانے کا۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ کی تو بہت خوشی ہے مجھے۔ اور اس خوشی میں، میں نے ناشتہ بھی نہیں کیا۔ پلیز

یار میرے لے کچھ کھانے کو منگوادو۔

قسم سے جب سے ”ہاں“ سنا ہے ”دل باغ باغ ہو گیا“ کا مطلب سمجھ آ گیا۔ ورنہ تو اس جملے نے بچپن میں بڑا خوار کروایا

تھا۔“

بیٹھ جاؤ پاگل سب دیکھ رہے ہیں۔ ”اس نے آس پاس دیکھتے ہوئے اسے سرزنش کی۔

افوہ بھئی دیکھنے دو۔ ”اس نے جیسے مکھی اڑائی اور بیٹھ گیا۔

جبور نے کینیٹین والے لڑکے کو بلا کر اس کے لئے جوس اور سینڈوچ کا آرڈر دیا۔ لڑکے کے جاتے ہی وہ پھر شروع ہو گیا۔

وہ کونسا گانا ہے۔ ہاں

چاہیئے مجھے کوئی پاگل کہئے

کہنے دو جو بھی کہتا ہے

ہم پیار کے طوفانوں میں گھیرے ہیں

ہم کیا کرے

اس نے ٹیبل بجا کر گانے کی ٹانگ توڑی۔ اس پاس کے اسٹوڈنٹ اسکی حرکت پر مسکرا رہے تھے۔

”ابرہیم“ جب وہ باز نہ آیا تو جبور نے پاس رکھی نوٹ بک اس کے سر پر ماری

قسم سے بہت ہی کوئی ظالم دوست ہو۔” خوش بھی نہیں ہونے دے رہیں۔ اس نے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

ویسے میری ہونے والی بیگم کہاں ہے؟

کلاس میں، وہ تمہاری طرح ویلی نہیں ہے۔

حدِ ادب لڑکی تمہارا ہونے والا بہنوئی ہوں۔” اس نے بارعب آواز میں کہا

اور اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں ویلا بالکل بھی نہیں ہوں۔ کل ایک اہم میٹنگ میں ڈیڈ کی جگہ مجھے جانا پڑا اسلام

آباد۔ جلدی میں تمہیں بتانہ سکا۔ اسکے لئے ”سوری“۔ آخر میں وہ سنجیدہ ہوا

کوئی بات نہیں۔ مجھے معلوم تھا تم مصروف ہو گے۔ اس لئے مجھ سے رابطہ نہیں کیا۔

ویسے مبارک ہو دو لہا بھائی۔ اس نے شرارت سے کہا

تو ابراہیم نے فوراً اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ رکھ لئے اور شرمانے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔ اس کی حرکت پر جبور ہنس دی۔ وہ تھوڑی دیر بھی سنجیدہ نہیں رہ سکتا تھا

اتنے میں جبور کے فون کی میسج ٹون بجی تو وہ ایس سا میس دیکھنے لگی۔

”صوفی کا میسج تھا۔ وہ یہی آرہی ہے۔ تو ذرا تمیز سے رہنا۔ اس کے سامنے زیادہ شوخ نہ بن جانا۔“

جی میری ماں سمجھ گیا۔ ”اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر ماتھے پر رکھے

تھوڑی دیر گزری تھی کہ سامنے سے اسے صوفی آتی دیکھی۔ وہ جب سے آنے والی رستے پر ہی نظریں ڈکا کر بیٹھا تھا۔ یلو کٹر کی پرنٹیڈ شرٹ وائیٹ ٹراؤزر کے ساتھ وائیٹ دوپٹہ سلیقے سے سر پر اوڑھے وہ صبح کا کوئی حسین منظر لگی تھی اسے۔ ابراہیم کے مسلسل دیکھنے پر وہ نروس سی ان کی ٹیبل تک آئی۔ ابراہیم نے جلدی سے اٹھ کر اسکے لئے چئی ر ٹھیک کی اور ساتھ ہی بڑی پیاری مسکان بھی پاس کی۔

کچھ لوگی چائے یا جوس؟ ابراہیم نے پوچھا

جوس ”ایک لفظی جواب دے کرو خاموش ہو گئی

اسی وقت ابراہیم کا آرڈر آگیا۔ اس نے جوس کا گلاس صوفی کے آگے رکھا اور اپنے لئے اور جوس منگوالیا۔ اتنے میں جبور کو اسکی کلاس فیلو نے بلالیا

ذرا تمیز سے پیش آنا میری بہن کے ساتھ۔ ”وہ کہہ کر آگے بڑھ گئی۔“ ہائے میں نے کب بدتمیزی کی ہے ان جانبہ کی بہن سے۔ ”سر جھٹک کر وہ صوفی کی جانب متوجہ ہوا۔

کیا حال ہیں؟

ٹھیک ہوں۔

آپ اس رشتے سے خوش ہیں؟ اس نے سیدھا سوال کیا

سب خوش ہیں ”اور سب کی خوشی میں ہی میری خوشی ہے۔“ اس جواب پر ابراہیم نے غور سے اسکا چہرہ دیکھا۔
”کافی مشرقی جواب ہے پر مجھے پسند آیا۔“

اچھی لڑکیاں ایسے ہی ہوتی ہیں۔ دل میں لڈو پھوٹ رہے ہوتے ہیں پر ظاہر نہیں کرتی۔ ”گڈ گڈ

ایسی کوئی بات نہیں ہے ”اس نے غصے سے کہا

بس رہنے دو شرماؤ مت۔ مجھے سب پتا ہے۔ ”وہ اسے اب تنگ کرنا شروع ہو چکا تھا

”آپنی ”اس نے دور کھڑی جبور کو آواز لگائی۔ وہ جان گئی تھی کہ وہ اسے تنگ کر رہا ہے۔ وہ جلدی سے سیدھا ہوا اور اپنا ناشتہ کرنا شروع ہو گیا۔ جبکہ صوفی ہنسی دبائے اپنا جوس پینے لگی۔ اسے ابراہیم کی کمزوری پتا چل گئی تھی۔

”اب کرو بچو تنگ“ وہ دل میں بولی۔

دن تیزی سے گزر رہے تھے۔ صوفی اور ابراہیم کی بات پکی ہو گئی تھی۔ عظیم صاحب چاہتے تھے کہ منگنی کے بجائے نکاح کر دیا جائے ان دنوں کا ”درپردہ یہ ابراہیم کی خواہش تھی۔

حبور احزم کے سامنے آنے سے کترانے لگی تھی۔ جہاں احزم ہوتا اس کی کوشش ہوتی اس جگہ وہ ناجائز۔ وہ اسکی بولتی آنکھوں سے بھاگنے لگی تھی۔ جس میں اسے دیکھ کر ہزاروں جگنو چمکنے لگتے تھے۔ پھر بھی صبح ناشتے اور رات کو ڈنر پر آنا سامنا ہو ہی جاتا تھا۔ اب تو وہ باقاعدگی سے ڈنر پر ہوتا تھا ورنہ تو اکثر وہ لیٹ ہی آتا تھا۔ اور وہ بیٹھتا بھی اس کے بالکل سامنے تھا۔ وہ اس سے بھاگ رہی تھی۔ اور ساتھ ڈر بھی رہی تھی۔ اور اس بھگ دوڑ میں وہ تھکنے لگی تھی۔

اس دن سنڈے تھا۔ وقار صاحب صبح ہی گولف کلب جا چکے تھے۔ جبکہ صوفی اور آسیہ بیگم گروسری کرنے گئی تھیں۔ انھوں نے حبور سے بھی پوچھا تھا ساتھ چلنے کو پر اس نے منع کر دیا تھا۔ اسے اپنی کبر ڈھیک کرنی تھی۔ احزم پتا نہیں کہاں تھا۔ کبر ڈکی صفائی میں کافی ٹائی م لگ گیا تھا۔ کیونکہ وہ اکیلے ہی لگی تھی وہ اپنے کام خود ہی کرتی تھی۔ کام سے فارغ ہو کر وہ ہاتھ لینے چلی گئی۔ جب باہر کے گھڑی دیکھی تو 3 بج رہے تھے۔ اس نے جلدی سے بال ڈرائی ر کر کے جوڑا باندھا دوپٹہ سر پر لیا اور نیچے چل دی اسے زور کی بھوک لگی تھی۔

وہ نیچے آئی تو دیکھا احزم لاؤنج میں بیٹھا تھا۔ سامنے ایل ای ڈی پر میچ چل رہا تھا پر وہ میچ نہیں اپنا ہاتھ دیکھ رہا تھا جہاں سے خون نکل رہا تھا

یہ کیا ہوا؟ وہ اک دم اس کی طرف بڑھی اور بے دھیانی میں اس کے قریب ہو گئی کہ دھیان تو سارا اس کے کٹے ہاتھ پر تھا۔

آپ کے خون نکل رہا ہے۔“ اس نے فکر مندی سے کہا اور ساتھ ہی قریب رکھے ٹشو بکس سے کئی ٹشو نکال کر اسے دئیے کہ اپنی انگلی پر لپیٹ لے اور خود تیزی سے فرسٹ ایڈ بکس لینے کچن کی طرف دوڑ گئی جبکہ احزم تو بس اس کی اپنے لئے اتنی فکر دیکھ حیران ہو رہا تھا۔ اور بے انتہا خوش بھی۔

دیکھائی یں ہاتھ۔“ اس نے روئی پر دوا لگا کر اس کی انگلی صاف کی پھر ٹیوب لگا کر پٹی کر دی۔ جبکہ وہ تو بس اس کی اپنے لئے فکر دیکھ محبت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

سبز رنگ کے سوٹ میں وہ اسکے اطراف بھی تازگی کا ایک انوکھا سا احساس بخش رہی تھی۔ اس نے نوٹ کیا تھا کہ پٹی کرتے وقت اسنے ایک بار بھی اسکا ہاتھ نہیں پکڑا تھا۔ دوا لگاتے ہوئے وہ مسلسل اس کی انگلی پر پھونکیں مار رہی تھی تاکہ اسے جلن کا احساس نا ہو۔ وہ اسے اس وقت اتنی پیاری لگ رہی تھی۔ اسکا دل چاہا کہ اسکا چہرہ چھو کر دیکھے جس پر اسکے لئے فکر تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ بڑھا کر اسک چہرہ چھو لیتا جبور کی آواز نے اس ایسا کرنے سے روک دیا۔

“یہ ہاتھ کیسے کاٹ لیا آپ نے؟

“میں سب کاٹ رہا تھا معلوم نہیں ہاتھ کیسے کٹ گیا“ احزم نے پاس رکھی پلیٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا جس میں سبب رکھے تھے

“آپ کسی کو بول ہی دیتے۔ اب دیکھیں کتنا خون نکل رہا ہے“

وہ اس پر خفا ہوئی تھی۔ اسکا یہ انداز احزم کو اچھا لگا

”سوری آئی نہ خیال رکھوں گا۔ جب بھی فروٹ کھانے کا دل کیا، آپ کو بول دوں گا۔“ وہ بول سنجیدگی سے رہا تھا پر آنکھوں میں شرارت تھی

”وہ میرا مطلب تھا کہ آپ فاخرہ [ملازمہ] کو بول دیتے“

کیوں آپ نہیں کاٹ سکتی میرے لئے فروٹ؟ اس نے جبور کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا

احزم کے سوال پر اس کی کانچ سی براؤن آنکھیں حیرت سے کھل گئی۔

ایسی بات نہیں ہے۔ میں میں کاٹ دیتی ہوں۔“ وہ گڑبڑا کر کہتی فوراً پلیٹ لے کر کچن میں چلی گئی۔ چھری اور فروٹ کو

اچھے سے دھو کر پلیٹ میں رکھا اور ایک اور ایکسٹرا پلیٹ لیکر واپس آگئی۔ احزم سے تھوڑا دور بیٹھ کر اس نے ایکسٹرا

پلیٹ اس کے قریب رکھی۔ اور سیب کاٹ کر اس کی قاشیں پلیٹ میں رکھنے لگی

پلیز لیجئے۔“

احزم بظاہر تو میچ دیکھ رہا تھا پر سارہ دھیان اسی دل کے سکون کی جانب تھا۔

اس کے بولنے پر اپیل کھانے لگا۔ کھاتے ہوئے ایک پیار بھری نظر اس پر بھی ڈال لیتا۔

بس اتنے کافی ہیں۔ آپ بھی لیجئے۔“

نہیں آپ کھائی میں مجھے بھوک لگی ہے میں کھانا کھاؤں گی۔“

آپ نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا اور میں نے اپکو اپنے کاموں میں لگا دیا۔“ وہ شرمندہ ہوا

پلیز اپ اپنا خیال رکھا کریں اور ٹائی م پر کھائیں ورنہ صحت پر برا اثر پڑتا ہے۔ یہ میری ریکوسٹ ہی آپ سے۔ ”میرے لائے سب سے پہلے آپ ہے باقی سب بعد میں۔ اس کی گھمبیر آواز پر جبور کا دل دھڑک اٹھا۔ کیا کر رہا تھا یہ شخص اس کے گرد بنادائی رے کو توڑ رہا تھا اور وہ کچھ نہیں کر پار ہی تھی۔ اسے پتا نہیں تھا کہو محبت تو دریا کے پاک اور شفاف پانی جیسی ہوتی ہے۔ جو کہ اپنا راستہ خود بناتی ہے۔

اسیہ بیگم وقار صاحب کے لائے گرم دودھ لیکرائی میں اور سائی ڈیبل پر رکھ کر ان کے قریب بیٹھ گئی۔ ان کے بیٹھے پروکار صاحب نے ان کی طرف ایک لفافہ بڑھایا۔

یہ کیا ہے؟

”میں کافی ٹائی م سے یہ پلان کر رہا تھا پر کوئی نا کوئی مصروفیت اڑے اجاتی پر اب سب کچھ ریڈی ہے۔ ہمیں بس چلنے کی تیاری کرنی ہیں۔“

آپ کیا کہہ رہے ہیں، کہاں جانا ہے؟

یہ لفافہ کھولیں آپ سب سمجھ جائیں گی۔ ”انھوں نے مسکرا کر کہا

اسیہ بیگم نے لفافہ کھول کر دیکھا تو خوشی سے انکا چہرہ متمنا اٹھا۔ وہ عمرے کے ٹکیٹس تھے پورا ایک پیکیج تھا۔

”شکریہ وقار“ لفافہ رکھ کر انھوں نے ان کے ہاتھ تھام لائے

”آپ جب سے میری زندگی میں آئی ہیں تب سے میری ہر خوشی پوری کی ہے۔ پر آج جو اپنے مجھے خوشی دی ہے اسکا کوئی مول نہیں ہے۔ میں کتنی خوش ہوں میں بتا نہیں سکتی۔“ فرحت جذبات سے وہ رو پڑیں

”تمہیں خوش رکھنا میرا فرض ہے کیونکہ میں تمہارا شوہر ہوں، تمہارا مزاجی خدا۔ تمہارے مزاجوں رنگوں کو سمجھنا، تمہاری خوشی اور ضروریات کو پورا کرنا میرا فرض ہے۔ اور شکر ہے میرے رب کا اسنے مجھے سرخرو کیا۔“ انہوں نے اسیہ بیگم کے انصواف کرتے ہوئے کہا

”اتوار کی ہماری فلائی ٹ ہے تو میں چاہتا ہوں کہ اس جمعہ ابراہیم اور صوفی کا نکاح کر دوں۔ پر اس کے ساتھ میں ہی میں اپنی ایک اور خواہش پوری کرنا چاہتا ہوں۔“

میں سمجھی نہیں کونسی خواہش؟

اپ چاہتی تھی نا کہ صوفی سے پہلے احزم اور حبور کی شادی ہو تو پہلے ان دونوں کا نکاح ہو گا پھر صوفی کا۔“

مطلب۔۔۔۔۔ جو وہ سمجھ رہی تھیں وہ سچ تھا

”مطلب یہ میری پیاری بیگم میں آپ سے اپنے بیٹے احزم کے لئے اپنی بیٹی حبور کا رشتہ مانگتا ہوں۔“ کیا آپ کو منظور ہے؟

”جی بلکل مجھے دل و جان سے قبول ہے یہ رشتہ احزم سے اچھا داماد مجھے مل ہی نہیں سکتا۔“ وہ بے انتہا خوش تھیں۔

”آپ نے مجھے دونوں جہانوں کی خوشیاں دے دیں وقار۔“

انہوں نے اپنا سروکار صاحب کے شانے پر رکھ دیا

”میں چاہتا ہوں کہ آپ حبور سے اس کی مرضی پوچھیں اور میں احزم سے بات کرتا ہوں۔ یہ ہماری خواہش ہے۔ پر بچوں کی رضامندی بھی ضروری ہے“

”جی میں کل ہی بات کرتی ہوں“

وقار صاحب نے احزم سے پوچھا نہیں بلکہ اسے بتایا تھا۔ اس پر تو جیسے شادی مرگ طاری ہو گیا تھا۔ جب وہ اس جھٹکے سے سنبھلا تو بے پناہ خوشی کے احساس کے ساتھ ان سے لپٹ گیا

”شکریہ بابا میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی دینے کے لئے۔“

”بیٹا جی میں بوڑھا ہو گیا ہوں یہ گرم جوشی مجھے نقصان پہنچا سکتی ہے۔“ انھوں نے اس کی کمر تھپتھپا کر کہا

”سوری“ وہ جھنپ کر ان سے الگ ہوا۔ تو وہ مسکرا دیے

”خوش رہو“ انھوں نے دعا دی

”تمہاری ماما حبور سے بات کرنے گئی ہیں اگر وہ راضی ہے تو کل ہی شاپنگ پر چلے جانا حبور کے ساتھ۔ اور باقی انتظامات بھی دیکھ لینا۔ چلو اب میں چلتا ہوں تم آرام کرو۔“

”بابا عمرے پر جانے کی بہت بہت مبارک ہو“ وہ ایک بار پھر ان کے گلے لگا

”شکر ہے میرے جانے سے پہلے یاد آگیا ورنہ میں سوچ رہا تھا کہ خوشی میں شاید تمہارے دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا لائی ک
مجنوں۔“ وہ اسے چھیڑ رہے تھے۔

ان کی بات پر احزم نے قہقہہ لگایا تھا خوشی سے بھرپور

وہ ناول پڑھ رہی تھی جب اسیہ بیگم دروازہ بجا کر اس کے کمرے میں داخل ہوئی

”ارے ماما! میں نا۔“ اس نے کتاب ایک طرف رکھی دی

کیا کر رہی تھی میری بیٹی؟ وہ بیڈ پر اس کے قریب ہی بیٹھ گئی

”کچھ خاص نہیں بس ناول پڑھ رہی تھی۔ ایک ہی تو شوق ہے مجھے۔ اپ بتائییں کوئی خاص بات ہے جو اس وقت اپ
یہاں پر آئی ہیں یہ آپکے آرام کا وقت ہے۔“

میں اور تمہارے انکل اس سنڈے عمرے پر جا رہے ہیں۔“ انھوں نے بات شروع کی

مبارک ہو، یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔“ اس نے گلے لگ کر کہا

”بلکل اللہ تعالیٰ کا بڑا کم ہوا ہے کہ ہمیں وہاں جانے کا موقع ملا۔ میری بڑی خواہش تھی ان گلیوں میں جانے، مکہ اور مدینہ
دیکھنے کی“ وہ ایک جڑے سے بولیں

”اللہ اپکا عمرہ مبارک کریں ماما۔“ اس نے ان کے دونوں ہاتھ تھام کر کہا

”بیٹا ایک مسلمان کی طرح میری بھی خواہش ہے کہ جب میں وہاں جاؤں تو لوٹ کر نا آؤں، اسی مٹی میں مل جاؤں۔“

”ماما یہ کیا بول رہی ہیں پلیز ایسی باتیں نا کریں۔“ وہ ان کی بات سن کر پریشان ہو گئی

”میری بچی پریشان نا ہو موت تو ایک اٹل حقیقت ہے۔ یہ زندگی تو ایک دھوکہ ہے فانی چیز۔ ایک نا ایک دن ہم سب نے ہی چلے جانا ہے۔ پر میں چاہتی ہوں کہ اپنی زندگی میں ہی تمہیں ایک مضبوط سائی بان دے دوں۔ جس کی چھالوں میں تم خوش رہو پھولو پھالو۔ اس لئے میں چاہتی ہوں کہ جمعے کو صوفی اور ابراہیم کے نکاح کے ساتھ تمہارہ اور احزم کا نکاح بھی کر دیں۔“

”ماما یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ اپ جانتی ہے میں شادی نہیں کرنا چاہتی اور نا کبھی کروں گی پلیز یہ نا کریں۔“

تم حقیقت جھٹلا نہیں سکتی۔ میرے بعد کیا کروں گی تم اکیلے اس گھر میں کیسے رہو گی بغیر کسی محرم رشتے کے۔ تم ایک لڑکی ہو جو ر اور میرے بعد تو اکیلی بھی ہو جاؤں گی تو پھر کیا کروں گی۔ تنہا لڑکی کو یہاں چھپے حیوان نوچ کھاتے ہیں۔“

ان کی باتوں پر وہ تڑپ گئی اور انکے گلے لگ کر رونے لگی

”ماما مرنے کی باتیں نا کریں۔ میں بابا کو کھویا تو میں خود بھی کہی گم ہو گئی۔ پر اپ کو کھویا تو مر جاؤں گی۔“

اپ جیسا چاہتی ہیں ویسا کریں پر وعدہ کریں ایسی باتیں پھر نہیں کریں گی۔“

”میری بیٹی“ انھوں نے اسکا ہاتھ چوما

میں ائی ندہ کبھی اپنی بیٹی سے ایسی باتیں نہیں کروں گی چلو اب چپ ہو جاؤں۔ روتے ہوئے چھوٹی بچی لگ رہی ہو۔
دیکھو ذرا انکھیں اور ناک دونوں لال ہو رہے ہیں بلکہ پورا چہرہ ہی لال ٹماٹر جیسا لگ رہا ہے۔

وہ پھر بھی سوں سوں کر ہی تھی

چاکلیٹ دوں پھر مانو گی؟ اب کہ ان کی بات پر اس نے رونا چھوڑ کر حیرت سے انکھیں دیکھ لیں۔ پھر دونوں ہی ایک ساتھ ہنس دیں۔

انہیں معلوم تھا کہ ان کی باتوں کی وجہ سے اسکا دل دوکھا ہے پر یہ کرنا ضروری تھا جیسے مریض کو ٹھیک کرنے کے لئے کڑوی دوا دی جاتی ہے۔

”اچھا اب تم آرام کر لو صبح کافی کام ہونگے کرنے کے لئے۔“ اسے آرام کا بول کر وہ جا چکی تھیں۔

ان کے جانے کے بعد وہ لیٹ گئی تھی وہ اس وقت کچھ بھی سوچنا نہیں چاہتی تھیں نا اچھا نا برا۔ پر یہ بات اسے حیران کر رہی تھی کہ نکاح فیصلے پر اسکا دل اتنا پرسکون کیوں تھا؟

وہ ناشتے کی ٹیبل پر آیا تو جبور کو وہاں نا دیکھ کر مایوس ہوا۔ جبور نے کیا کہا ہو گا نکاح کا سن کے۔ رات سے اس یہی پریشانی تھی جس وجہ سے وہ ٹھیک سے سو بھی نہیں سکا تھا۔ سلام کر کے وہ صوفی کے ساتھ ہی بیٹھ گیا تو اسیہ بیگم نے اس کے اگے ناشتہ رکھا

”اج افس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں تم حبور کے ساتھ جا کر اپنے نکاح کی شاپنگ کر لو دن ویسے ہی کام ہیں۔ جیتنی جلدی کام نمٹے اچھا ہے۔“ وقار صاحب اخبار ایک طرف رکھ کر احزم سے مخاطب ہوئے

”ایک منٹ بابا یہ اپ کیا بول رہے ہیں۔“

”بیٹا جی اس جمعے آپکے نکاح کے ساتھ حبور اور احزم کا بھی نکاح ہے۔“ انھوں نے ہم ہی تو پھوڑا تھا

”اومائی گاڈاپی اور بھائی کا نکاح ہو رہا ہے اور آپ لوگ اب بتا رہے ہیں۔“ وہ اب لڑنا شروع ہو چکی تھی اور وقار صاحب اسے سمجھانے لگے

جبکہ احزم کی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی خوشی کا اظہار کیسے کریں۔ ناچے گائے یا ساری دنیا میں شادیانے بجوائے۔ یا زور زور سے قہقہے لگائے۔ پر جس نے یہ خوشی دی وہ تو منظر سے ہی غائب تھی۔

سب تفصیل سن کر وہ خوش پھر دکھی ہوئی کہ اتنے دن وہ کیسے ان کے بغیر رہے گی

اسیہ بیگم اسکا ناشتہ اوپر لے آئی تھیں اور اسے شاپنگ پر جانے کا بھی بول دیا تھا پہلے تو اسنے ہمیشہ کی طرح انھیں منع کیا پر ان کے انکھیں دیکھانے پر راضی ہو گئی۔ ان کے جانے کے بعد سے سو فی نے اس کے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ وہ اسے مسلسل تنگ کر رہی تھی کبھی گا کر کبھی احزم کے نام سے۔

صوفی بعض اجاؤں ”حبور نے اسے تمبیہ کی

جاؤں مجھے ریڈی ہونے دو۔“ وہ پھر بھی بعض نائی تو حبور زچ ہوئی

”او بڑی جلدی ہے میرے بھائی کے ساتھ جانے کی۔“ اس نے اپنا کندھا جبور کے کندھے پر مارا

اب جبور کی بس ہو گئی ”ابراہیم بلکل ٹھیک کرتا ہے تمہارے ساتھ وہ تو میری وجہ سے کچھ لحاظ کر لیتا ہے پر انج کے بعد میں بلکل تمہارا ساتھ نہیں دوں گی۔ پھر پتا چلے گا تمہیں۔ بے سے تم مجھے تنگ کرتی ہو وہ اس سے زیادہ کریں گا پھر تم کو پتا چلے گا۔“

اس کی بات پر صوفی کا منہ کھول گیا یہ اپنی کیا بول رہی ہیں اس سے پہلے وہ کچھ کہتی جبور کے موہلی ل کی رنگ ٹون بننے لگی۔

”لو دیکھ لو بڑی لمبی عمر ہے میرے بھائی کی ابھی نام لیا اور حاضر۔ کال پر ہے تو کیا ہوا۔“ اس نے بولتے ہوئے اسکرین صوفی کے سامنے کی تو وہ پیر پٹکتی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔ جبکہ جبور نے ہنستے ہوئے کال پیک کی ہاں جی بولیں۔“

”اپ دونوں کس خوشی میں غائی ب ہیں یونی سے؟ اسنے چھوٹے ہی سوال کیا نکاح کی خوشی میں۔“ مبارک ہو ”اس جمعہ کو تم دونوں کا نکاح ہو گا انکل انج ہی چاچو کو کال کریں گے۔“

او جیو میری بہن۔ ”دوسی طرف ابراہیم نے نعر امارا

جبور کو یقین تھا کہ وہ ناچ رہا ہو گا بغیر لوگو کی پرواہ کیئے

”تو تم نے اس وجہ سے چھٹی کی اچھی بات نہیں ہے یونی اتے میں صوفی سے مل کر اسے مبارک باد دیتا۔“ اس نے شرارت سے بھرپور لہجے میں کہا

نہیں ایک اور وجہ بھی ہے۔ وہ بول کر روکی

اور وجہ کیا ہے جلدی بولو۔ وہ بے صبر اہوا

مجھے احزم کے ساتھ نکاح کی شاپنگ پر جانا ہے۔“ اسے سمجھ نہیں ارہی تھی کہ ابراہیم کو کیسے بتائے

ایک منٹ میں ابھی بتادوں اپنے نکاح کی شاپنگ میں خود کروں گا وہ بھی صوفی کے ساتھ۔ یہ میرا ڈریم پیر یڈ ہے تو میں اسے کسی کو خراب نہیں کرنے دوں گا۔“ وہ فوراً ہی بولا

”اپنے نکاح کی شاپنگ تم صوفی کے ساتھ خود ہی کرنا۔ کوئی تمہیں نہیں نہیں روکے گا۔ میں تو اپنے اور احزم کے نکاح کی شاپنگ پر جانے کی بات کر رہی ہوں۔“ بل آخر اسے بول ہی دیا

دوسری طرف ”دھپ“ کی آواز آئی تھی۔ شاید وہ زور سے بیٹھا تھا کہ گرا تھا

”یا اللہ“ کن ڈرامہ بازو کہ بیچ پھنسا یا۔ ایک ابھی کر کے گئی ہے اور دوسرا یہ۔ اس نے فون کو گھورا کال کاٹی اور ڈریس لیکر ریڈی ہونے چلے گئی۔

کافی دیر سے احزم اسے ایک شاپ سے دوسری شاپ میں لیکر گھوم رہا تھا پر اسے کوئی ڈریس پسند نہیں آرہا تھا۔ اس نے جبور سے پوچھا تھا پر اس نے ”جیسے اپکی مرضی“ بول کر سب اس پر چھوڑ دیا۔ وہ چاہتا کہ ڈریس نکاح کی مناسبت سے ہو زیادہ ہیوی ناہو۔ ایک شاپ پر لگی ڈیبی پر اس کی نظر ٹھیر گئی۔ وہ وائیٹ شارٹ فرائٹ تھا جس پر گولڈن اور بلیک بہت ہی خوبصورت کام ہوا تھا۔ ساتھ سیدھا پا جامہ تھا۔ پر احزم کو جو چیز پسند آئی وہ دوپٹہ تھا جو ڈیبی کے سر پر لٹکا تھا۔ دوپٹہ وائیٹ تھا اس کے چاروں طرف

بھی گولڈن بلیک کام تھا اور ساتھ ہی چھوٹے چھوٹے پلوپہ ماتھے کی طرف موتی لٹک رہے تھے جو روشنی پڑھنے پر آسمان میں چمکتے ستاروں کی طرح لگ رہے تھے۔ اس نے وہ ڈریس پیک کر وایا ساتھ میچنگ سینڈل پر جیولری نہیں لی۔ پر وہ اسے لئے کھانے کی ٹیبل پر آگیا تھا

”جبور جب بابا نے مجھے اپ سے نکاح کا کہا تو میری خوشی کا اپ اندازہ نہیں لگا سکتی کہ میں کتنا خوش ہوا“ وہ جو مال میں اتے جاتے لوگو کو دیکھ رہی تھی اس کی بات پر احزم کو دیکھنے لگی

ایک ڈر بھی تھا کہ اپکا جواب کیا ہو گا۔ پر جب صبح انھوں نے شاپنگ کا بولا تو مجھے سمجھ نا آیا کہ خوشی کا اظہار کیسے کروں وہ مسکرانے لگا

یہ مسکراتے ہوئے کتنے اچھے لگتے ہیں جبور نے سوچا

اپ راضی ہیں اس رشتے سے جبور؟

اس کی بات سن کر وہ گھبرائی کہ کیا بولے

”یہ رشتہ ماما کی خوشی ہے اور ان کی خوشی میرے لئے سب سے بڑھکر ہے۔“ اس نے بول کر گھیر اسانس لیا جبکہ دل الگ لے پردھڑک رہا تھا جو اس کی سمجھ سے باہر تھا

ماما کی خوشی تمہارے چہرے پر خوشی بن کر چمکے گی ان شاء اللہ

اسنے کہتے ہوئے ٹیبل پر رکھے جہور کے ہاتھ کو تھاما

اس نے اپنے ہاتھ کو احزم کے ہاتھ میں دیکھا اور دماغ نے اکدم ماضی میں پلٹا کھایا

ماضی

تمہارے ہاتھ کتنے خوبصورت ہیں گڑیا

اس نے ہوم ورک کرتی جہور کا ہاتھ پکڑا، بالکل نرم ملائی م روئی جیسے ”اس نے بولتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھوں کو چوم

لیا

حال

اس نے پل میں وحشتزدہ ہو کر اپنا ہاتھ کھنچا تھا۔ چہرہ سفید پڑھ گیا تھا اور سانس تیز ہو گئی تھی

جہور تم ٹھیک ہو؟ اس کی حالت دیکھ وہ گھبرا گیا اور اس کی جانب اکریپانی کا گلاس اسے پکڑا

لوپانی پیو۔

میں اب ٹھیک ہوں پلیز اپ پریشان ناہوں۔ شاید بی پی لو ہو گیا ہے میرا۔ گھر چلیں؟

چلتے ہیں پر پہلے تم کچھ کھاؤں گی پھر ہم جائیں گے تم اپنا بالکل خیال نہیں رکھتی۔“ وہ اس پر خفا ہو رہا تھا

اور وہ پھیکا سا مسکرائی

”یا اللہ پلیز سب ٹھیک رکھنا۔“ اس نے دل میں دعا کی۔

اس وقت وہ سب ایک ساتھ بیٹھے ان کی شاپنگ دیکھ رہے تھے۔ سب کو ہی نکاح کا ڈریس پسند آیا تھا۔ صوفی جبور کے کان کھا رہی تھی۔ جبکہ وہ اسے گھور رہی تھی۔

جبور بیٹا ڈریس اور سینڈل تو ہیں پر جیولری نہیں لی؟ اسیہ بیگم نے چوچھا

ماما جیولری نکاح والے دن آئے گی۔“ جواب احزم کی طرف سے آیا

او کوئی اسپیشل چیز بنوائی ہے کیا؟۔ صوفی شرارت سے بولی

جی ہاں میری پیاری بہن اسپیشل لوگوں کے لئے سب کچھ اسپیشل ہی ہوتا ہے۔“ اس نے بولتے ہوئے پیار بھری نظر جبور پر

ڈالی جو اسے ہی دیکھ رہی تھی

اووووو دیکھ لیں ماما بابا آپ لوگ، لڑکا تو گیا ابھی سے ہاتھ سے۔ بعد میں ناکہنا میں نے خبر ناک کی۔ صوفی نے دہائی دی۔ اس

کے انداز پر سب ہی ہنس دئیے

”تو آپ بہن سے نند بن گئی کیوں بھئی؟ وقار صاحب نے اس کے کان کھنچے

”بھئی میں تو دونوں رشتے نبھائوں گی۔ جب نند کی ضرورت پڑی تو نند اور جب بہن کی تو بہن۔“ اس نے مزے سے کہا

لو بھئی چائے آگئی۔ صوفی نے نعرہ مارا

فاخرہ اپا یہ اچھا کام کیا آپ نے شکریہ بولتے ہوئے اس نے ٹرے تھامی تو وہ مسکراتی واپس پلٹ گئی۔ صوفی نے سب کو

چائے دی اور اپنا کپ لیکر واپس وقار صاحب اور جبور کے درمیان بیٹھ گئی

وقار آپ نے بھائی صاحب کو اطلاع کر دی تھی نکاح کی۔ کب ارہے ہیں وہ لوگ؟

ان کی بات پر جبور کے ہاتھ سے چائے کا کپ گر گیا۔ جبور ”سب سے پہلے احزم اس تک آیا

آپ ٹھیک ہیں؟ احزم نے فکر مندی سے پوچھا

میں ٹھیک ہوں چائے مجھ پر نہیں گرمی ہے۔ سب کو اپنے لپٹے پریشان دیکھ وہ جلدی سے بولی

جبور بیٹا میرے پاس آ جاؤں۔ آسیہ بیگم نے اسے اپنے پاس آنے کا بولا اور فاخرہ کو آواز دی کہ اگر چائے صاف کر دیں

آپ کچھ کہہ رہی تھی؟ وقار نے دوبارہ بات شروع کی

میں کہہ رہی تھی کہ بھائی صاحب کو بتا دیا نکاح کا؟ انھیں بھی انوائٹ کر لیں۔ بعد میں اگر انھیں پتا چلا تو بھابھی بیگم

غصہ ہو گئی کہ سب کچھ خود ہی کر لیا نا بتایا نا بلایا۔

میں دو دن سے ان لوگوں سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں پر ہو نہیں پا رہا۔ وہ لوگ چھٹیاں منانے آؤٹ آف کنٹری ہیں۔ میں نے ان کے آفس فون کیا تھا وہی سے پتا چلا ہے۔ تم فکر نہ کروں میں نے پیغام چھوڑا ہے جیسے ہی وہ لوگ آتے ہیں ہم سے رابطہ کریں گے۔

اما میں کمرے میں جاؤں؟ وہ اضطرابی کیفیت میں بولی

ہاں جاؤ آرام کرو تھک گئی میری بیٹی۔ انھوں نے پیار سے کہا

ان کے کہتے ہی وہ اپنے کمرے کی جانب چل دی۔ احزم جب سے صرف اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ جبور اسے مضطرب اور پریشان لگ رہی تھی۔ اس نے دوبارہ چائے بھی منع کر دی تھی۔ اسکا دل چاہا کہ وہ اس کے پاس جائے اور پوچھے کیا بات ہے وہ کیوں پریشان ہے پر اس کے آرام کے خیال سے رک گیا

CLASSIC URDU MATERIAL

ہاں بھئی بڑی جلدی ہے میرے بھائی کے ساتھ جانے کی۔ جبور نے صوفی کے کمرے میں دخل ہوتے ہوئے اسے اس ہی کی بات لوٹائی

مجھے کوئی جلدی نہیں تمہارے سڑے بڑے بھائی کے ساتھ جانے کی۔

یہ تو ماما بھی ڈانٹ کر گئی ہیں اس وجہ سے جلدی کر رہی ہوں۔ اس نے تیزی سے اپنے بالوں کو جوڑے کی شکل دی اور سلیقے سے سر پر دوپٹا لیا۔

کیسی لگ رہی ہوں؟ اس نے پلٹ کر پوچھا

بلیک رنگ کے ٹراؤزر شرٹ میں وہ چہرے پر معصومیت لائے جگمگ جگمگ کر رہی تھی

ماشاء اللہ پیاری لگ رہی ہو۔ پر مجھ سے پوچھنے سے بہتر نہیں کہ تم ابراہیم سے پوچھو وہ زیادہ اچھے طریقے سے تمہیں بتائے گا اس نے مسکراتے ہوئے کہا

آپی یہ نا کریں۔ تنگ صرف اور صرف میں ہی کر سکتی ہوں سب کو۔۔۔

اور تمہیں ابراہیم جبور نے اس کی بات اچک لی

آپی یہ آپ کو ہو کیا گیا ہے؟۔ پہلے تو آپ ایسی نا تھیں۔ یہ بھائی کی سنگت کا نتیجہ ہے جو میری بہن اتنا بدل گئی ہے۔ صوفی نے پیار سے اس کے گلے لگتے ہوئے کہا

بکومت چلو نیچے ابراہیم ویٹ کر رہا ہے۔ وہ جھنپ کر اس سے الگ ہوئی اور بولتے ہوئے پلٹ گئی

نامائیں پر یہی سچ ہے۔ اس نے زور سے کہا کہ وہ سن لے

صوفی سہی کہ رہی تھی۔ وہ بدل رہی تھی۔ پہلے دل خالی تھا بس خوف کی پرچھائی یاں تھیں۔ پر اب وہاں کسی کی محبت نے بسرا کر لیا تھا۔ وہ جینا سیکھ رہی تھی۔

ابراہیم خاموشی سے ڈرائی یو کر رہا تھا۔ جب سے وہ گھر سے نکلے تھے ابراہیم نے سلام کے جواب کے علاوہ اس سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ اسے اب پریشانی ہو رہی تھی۔ ”یہ بات کیوں نہیں کر رہے۔“ اس نے کن آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے سوچا

آپ ناراض ہیں مجھ سے؟ اس نے بلاآخر اس سے پوچھ ہی لیا

آپ کو میں ناراض لگ رہا ہوں؟ اس نے صوفی کا سوال اسی پر الٹا دیا

نہیں وہ آپ کچھ بول نہیں رہے تو میں نے سوچا کہ۔۔

اویٰ یعنی آپ مجھے سوچتی بھی ہیں۔ اس نے صوفی کی بات کاٹ کر کہا

چلو اچھی بات ہے ابھی آپ مجھے سوچتی ہیں پھر آپ کو میں اچھا لگنے لگوں گا پھر آپ کو مجھ سے محبت ہو جائے گی۔ پھر یہ محبت دیوانگی بن جائے گی اور پھر۔۔۔

اسٹاپ اٹ صوفی نے اسکی ”پھر“ کی تکرار کو بریک لگائی

اس سے بہتر ہے کہ آپ چپ ہی رہے۔ وہ بول کر باہر دیکھنے لگی ساتھ حسبِ عادت منہ بھی بسورا

اسے دیکھ کر ابراہیم ہنس دیا

اچھا سوری میری ہونے والی بیگم ناراض مت ہوں۔ میں مزاق کر رہا تھا

آپ سنجیدہ کب ہوتے ہیں؟ وہ چڑ کر بولی

دیکھوں اب یہ غلط بات ہے تمہارے لئے میں بالکل سنجیدہ ہوں تبھی تو سیدھا رشتہ بھیجا اور دیکھ لو سنجیدگی کا عالم کہ تم سے نکاح کر رہا ہوں۔ اس کی بات پر صوفی نے اسے غصہ سے گھورا جس کے چہرے پر دبی دبی ہنسی تھی

اور بات اسلئے نہیں کر رہا تھا کہ آپکو اپنے ساتھ اتنا قریب دیکھ میں کچھ الگ اور کچھ انوکھا سا محسوس کر رہا تھا۔ اس نے کہتے گاڑی ایک سائیٹ پر روکی

اب کہ وہ سنجیدہ ہو ہی گیا۔ جی چارہا ہے کہ آپ کو لیکر کسی اور ہی جہان میں نکل جاؤں۔ جہاں بس ہم دونوں ہوں۔ میں آپ کو اپنی بانہوں میں بھر کر اپنی آنکھوں میں اپنا آپ دیکھوں۔ میں بتائیں سکتا اپنی گہری سیاہ آنکھیں اور آپ کے گلابی ہونٹ مجھے کتنا اپیل کر رہے ہیں۔ اس کی گھمبیر آواز پر صوفی کی ہتھیلیاں بھیگ گئی اور حلق خشک ہو گیا

پانی ملے گا۔ اس نے اٹکتے ہوئے

اس کی حالت دیکھ کر ابراہیم کی ہنسی پھوٹ پڑی

صوفی کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

دیکھوں اسلئے میں سنجیدہ نہیں ہوتا کیونکہ اس کے ساتھ ہی میں رومنٹک ہو جاتا ہوں۔ اس لئے نو سنجیدگی اونلی ہنسی مزاق۔ اس نے صوفی کو پانی بوتل دیتے ہوئے کہا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی

صوفی نے تیزی سے پانی کی بوتل کو منہ سے لگایا

یا اللہ یہ مزاق ہی کرتا رہے تو اچھا ہے سنجیدگی میں تو یہ خطرناک ہو جاتا ہے اس نے سوچتے ہوئے جھرجھری لی

بیوٹیشن کے ہاتھ بہت مہارت سے صوفی کے حسین چہرے کو چار چاند لگا رہے تھے۔

اس دن ابراہیم نے شرافت سے اسے شاپنگ کروا کر گھر ڈراپ کیا تھا۔ جس پر صوفی نے شکر ادا کیا کہ اسے دوبارہ سنجیدگی کا [بقول صوفی] دورا نہیں پڑا۔

اس نے پیچ کلر کی مکسی زیب تن کی تھی جس پر سرخ اور گلابی دیدہ زیب پھول بنے تھے جو دیکھنے پر اصلی لگ رہے تھے۔ ساتھ ہی میچنگ جیولری تھی۔ بیوٹیشن نے اس کا میسی جوڑا بنا کر خوبصورتی سے اسکا دوپٹہ سر پر سیٹ کیا اور ریڈ لپ اسٹک کافی نل ٹچ دے کر ریڈی کا اشارہ دیا

”ماشاء اللہ“ جبور کے منہ سے بے اختیار نکلا اور اس نے اگے اکر اس کا ہاتھ چوما

شکریہ آپی ”وہ بول کر اسکے گلے لگ گئی

آرام سے سب خراب ہو جائے گا۔“ جبور نے اسے خود سے الگ کر کے بیڈ پر بیٹھایا

تم کچھ لوگی جو س وغیرہ؟

آپی اپ میری فکر چھوڑیں مجھے کچھ ضرورت ہوئی تو میں فاخرہ بی کو بول دوں گی۔ اب اپ بھی ریڈی ہوں ماریہ [ہیوٹیشن]

اپکا ویٹ کر رہی ہے اس نے جبور کا ہاتھ تھام کر ڈریسنگ کی سمت اشارہ کیا

وہ ڈریس چینج کر چکی تھی۔ صوفی کے کہنے پر وہ اسکی چھوڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔

پلیزمیک اپ لائی ٹ ہی رکھئے گا۔”

میم اپ فکرنا کریں جیسا اپ چاہیں۔” اس نے پروفیشنل انداز میں مسکرا کر کہا

کوئی ضرورت نہیں ماریہ اپ کو ان کی بات سننے کی۔ انھیں اچھے سے تیار کرنا۔

اور اپی اج کے دن اپ کو بہت ہی پیارا لگنا ہے تاکہ بھائی اپکو دیکھیں ان کے ہوش اڑ جائیں اور وہ فوراً ہی رخصتی کا شور ڈال دیں۔ اس نے آنکھ مارتے ہوئے کہا

اس کی بات سنتی جبور کی رنگت پل میں سرخ ہوئی

صوفی بہت ہی بے شرم ہوتی جا رہی ہو۔ چپ کر کے بیٹھو ورنہ آج کے دن پکا پٹو گی۔ اس نے غصے میں کہا

اس کی بات پر صوفی نے اپنے ہونٹوں پر ذیپ کا اشارہ دیا

اپکی جیولری کہاں ہے؟

ماریہ نے پوچھا ہی تھا کہ دروازہ بجا کر فاخرہ بی اندر آئی یں ان کے ہاتھ میں خوبصورت سی باسکٹ تھی جس پر لال رنگ کا کپڑا ڈھانپہ گیا تھا۔

یہ جبور کے زیور احزم نے دئیے ہیں۔” وہ باسکٹ ماریہ کو دیتی باہر نکل گئی

جبکہ جبور اور صوفی حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ اس میں کس طرح کا زیور ہے

ماریہ نے جیسے ہی وہ لال کپڑا ہٹایا گلاب اور موتی کی خوشبو پورے کمرے کو مہکا گئی

سچ کہا تھا بھائی نے واقعی اسپتال جیولری ہے میری اسپتال اپنی کے لئے۔ اس کی بات کی تائی ید ماریہ نے مسکرا کے کی جبکہ جبور دم سادے بیٹھی تھی

ماریہ بہت احتیاط سے پھولوں کے زیور سیٹ کرنے لگی۔ ماتھاپٹی، کانوں کے بالے، کلائی کے گجرے، انگلیوں کی انگوٹھی اور چوٹی کی نیل۔ وہ سراپا خوشبو بن کر احزم کی محبت سے مہک رہی تھی۔ نظریں بار حیا سے جھک گئی تھیں۔ دھڑکنیں محور قص تھیں۔ دل کی عجب حالت تھی

میری بیٹیاں تیار ہوئی کہ نہی سب مہمان آگئے ہیں۔ ”اسیہ بیگم بولتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی اور ایک دم رک گئی

”ماشاء اللہ“ ان کی آنکھوں میں خوشی نمی بن کر چمکی

انہوں نے باری باری دونوں کے ماتھے چومیں اور کتنی دیر ان دونوں کو ساتھ لگائے کھڑی رہیں

اما ”جبور کے پکارنے پر انہوں نے خود کو سنبھالا اور ان سے الگ ہو کر مسکرائیں

مجھے تو پتا ہی نہیں تھا کہ میری بیٹیاں مجھ سے زیادہ خوبصورت ہیں۔“

اس سے پہلے کہ وہ دونوں رو دیتن آسیہ بیگم نے شوخ سے لہجے میں ماحول کا بو جھل پن دور کیا

ان کی بات پر وہ دونوں بھیگی آنکھوں سے ہنس دیں

بیوٹیشن اپنا سامان سمیٹ کر جا چکی تھی

تم دونوں یہاں بیٹھو قاضی صاحب بس ارہے ہیں۔ انھوں نے دونوں کو بیڈ پر بیٹھا کر اپنے ساتھ لائیں لال چنریا
اڑائیں

تھوڑی ہی دیر میں ہی قاضی صاحب روم میں وقار صاحب اور جبور کے تایا کے ساتھ دخل ہوئے

پہلے جبور اور احزم کا نکاح پڑھایا گیا پھر صوفی اور ابراہیم

دونوں ہی طرف سے مبارک باد اور دعاؤں کا سلسلہ چل نکلا

جب یہ سلسلہ تھا تو دونوں دلہنوں کو لایا گیا۔

پر دولہاؤں کے ارمانوں پر اوس سی پڑ گئی

کیونکہ دونوں کے چہروں کے اگے لال چنریا تھی جس کی وجہ سے ان کے نقوش دھندلا گئے تھے۔ ابراہیم اور احزم
ساتھ بیٹے تھے

ابراہیم کی سائی یڈ صوفی کو بیٹھا جبکہ احزم کی سائی یڈ جبور کو

یہ ظلم ہے۔ دلہن ہماری، سنگار ہمارے نام کا اور ہم ہی دیدار سے محروم۔ ”ابراہیم نے رقت آمیز لہجے میں کہا پر جو اسکا

اندازِ شوخی تھا وہ چہرے پر ظاہر تھا احزم اسکی بات پر ہنس دیا

مسسز عظیم نے صوفی کو بہت ہی پیارے کنگن پہنائے جبکہ عظیم صاحب نے نقد رقم دی تھی۔ اسی طرح ساتھ آئے
مہمانوں نے بھی گفٹ دیے تھے

حبور کو وقار صاحب نے اپنی مرحومہ بیوی کانیکلس دیا تھا جو انہوں نے احزم کی بیوی کے لئے رکھا تھا۔ جبکہ اسیہ بیگم نے
صوفی اور حبور کو ڈائی منڈ ٹاپس دیے تھے

ان کے بھائی انہیں سکے تھے۔ بس کچھ قریبی دوست اور ان کی فیملز تھیں

”احزم بھائی جو بھی آ رہا ہے چنری ہٹا کر منہ میٹھا کر واتا ہے چہرہ دیکھتا ہے اور گفٹ دے کر چلا جاتا ہے ہماری باری کب
آئے گی۔“

وہ بول تو آہستہ رہا تھا پر آواز اتنی زورور تھی کہ صوفی کو بھی سنائی دی گئی

اس کی بات پر صوفی نے پہلو بدلا کہ فیس کور کا آئیڈیا اسی کا تھا جس کی تائی ید حبور نے بھی کی تھی

”صبر رکھو صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔“ اسنے تسلی دی

اب اتنا بھی صبر نہ کرنا پڑھ جائے کہ وہ سڑ جائے۔“ اسنے کہتے ہی تہقہ لگایا

حبور کا جی چاہا کہ اس ایک لگا ہی دے۔

آج کے دن تو سرلیس ہو جائی ہیں۔ صوفی بڑبڑائی

”دیکھوں میں نے بتایا تھا کہ جب میں سرلیں ہوتا ہوں تو رومینٹک ہو جاتا ہوں۔“ اب کیا سب کے سامنے رومینس کرتا اچھا لگوں گا۔ اس نے معصومیت سے صوفی کی جانب جھک کر کہا

اس کی بات پر وہ سٹپٹا کر خاموش بیٹھ گئی اسکا ویسے بھی کوئی بھروسہ نہیں
حبور مسلسل گھبراہٹ کا شکار تھی پر وہ اپنی کیفیت پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔

اس کے وجود اٹھتی خوشبو ایک الگ ہی احساس جگا رہی تھی
دل تو چاہ رہا تھا کہ دل کے سکون کو ایک بار دیکھے کہ وہ اسکے نام کا سنگہار کئے کیسی لگ رہی ہے۔ پر ابھ ایسا ممکن نہیں
تھا۔ سب نے رسم کر لی تو آسیہ بیگم ان دونوں کو واپس روم میں لے گئی

ابراہیم بھی اٹھ کر باقی سب انتظامات دیکھنے لگا۔

سب کھانے کی طرف متوجہ ہوئے تو ابراہیم نے اپنی ماما کو پکارا ”ماما جانی“
جی بیٹا جانی۔“ انہوں نے بھی اس کا انداز اپنایا۔

ایک ملاقات کروادیں آپ لوگ میری بیگم سے میری۔

سب نے گفٹ دے دئیے بس ایک میں ہی بے چارہ رہ گیا

تو آپ کو روکا کس نے ہے بیٹا جی دے دیجئے آپ گفٹ۔

”ماما میں اسپیشل ہوں سب کی طرح گفٹ تھوڑی دوں گا اور ویسے بھی مجھے اپنی بیگم کو دیکھنا ہے کہ وہ کسی لگ رہی ہے۔“

”پیاری لگ رہی ہے میری بہو میں نے دیکھ لیا۔ وہ بے نیازی سے بولیں“

آپ نے دیکھ لیا کیا مطلب جس کی وائی فی ہے اسے تو دیکھا دیں“

بس آپ آنٹی سے اجازت لیکر آئی یں میں بس انھیں رنگ دوں گا۔ اور واپس اجلوں گا“

”تھوڑا تنگ کروں گا اور سنجیدگی سے واپس یعنی رو مینس کر کے پر یہ بات اس نے دل میں کہی ماما سے بول کر بھری محفل جوتے تھوڑی کھانے تھے

اچھا کو میں آسیہ سے پوچھتی ہوں۔ وہ بول کر اٹھ گئی

ان دونوں کو آسیہ بیگم خود کھانا کھلوا کر گئی تھیں

اس کے بعد صوفی نے اپنی اور جہور کی کافی ساری سیلفیاں لی تھیں۔

جہور اٹھ کر اپنے کمرے میں گئی تو اس نے بھی چینیج کرنے کا سوچا

سر سے دوپٹہ اتار کے ایک طرف رکھا اور جھک کر سینڈل سے پیروں کو آزاد کیا

پھر اپنے ہاتھوں کی مہندی دیکھنے لگی جو سمپل تھی پراچھی لگ رہی تھی

اس نے ہار اتارنے کے لئے جیسے ہی گلے پر ہاتھ لا گیا کہ دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی

آپی اچھا ہوا آپ آگئی۔ پلیز چینیج کرنے میں میری مدد کریں۔

اس نے کہتے ہوئے پلٹ کر دیکھا تو جہور کی جگہ ابراہیم کو دیکھ اپنی جگہ سے کرنٹ کھا کر اٹھی

جبور سر جھکائے کمرے میں داخل ہوئی اور دروازہ بن کر کے جیسے ہی پلٹی فریز ہو گئی

احزم نے جبور کو دیکھا تو دیکھتا رہ گیا۔ محبت کی کوئی پاکیزہ شکل ہوتی تو وہ جبور جیسی ہوتی

پہلی جو اس کے دماغ میں آئی وہ یہ تھی

وہ قدم قدم چلتا اس کی سمت بڑھ رہا تھا یوں جیسے کوئی اپنی زندگی کی طرف بڑھتا ہے

وہ ابھی ویسے ہی تیار تھی بس چنری غائب تھی

پھولوں کے زیور میں وہ مہکتی جیسے اس کی زندگی بھی مہکا گئی

وہ اسکے قریب آ کر روکا تھا اور محبت سے اس کے دیکھنے لگا جس کی نظریں اٹھنے سے انکاری ہو گئی تھیں۔ ہاتھ پاؤں

بقاعدہ و ابریت ہونے لگے

اس سے پہلے کہ وہ گرتی احزم نے اسے تھام لیا اور بہت نرمی اور احتیاط سے اس لئے صوفے کی جانب آیا

اسے صوفے پر بیٹھا کر خود اسکے سامنے ٹیبل پر بیٹھ گیا

نکاح مبارک ہو دل کا سکون۔ اس کے دونوں ہاتھوں کہ تھامے احزم نے محبت سے چورلچے میں کہا

پر جبور کے منہ سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے اعصاب سن سے تھے سمجھ نہیں آرہی تھی کیا کرے

یہ لمس جلتا ہوا نہیں تھا

اس میں محبت اور نرمی تھی پھر بھی اس کے ندر پکڑ دھکڑ شروع ہو گئی تھی

“پلیز ہاتھ چھوڑیں” یہ بات وہ کہنا چاہتی تھی پر بول نہیں پارہی تھی

آپ کچھ کہیں گی نہیں؟ اس نے جیسے اس کی دل کی بات پڑھ لی تھی اسلئے ہاتھ چھوڑ کر اس سے پوچھا

اسکے ہاتھ چھوڑنے پر جبور نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا

وائیٹ شلوار قمیض پہ بلیک واسکٹ پہنے ہوئے وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

خوبصورت چہرے پر برڈ تھی۔ بھرے بھرے ہونٹوں پر مسکان۔ ڈراک برؤن آنکھوں میں چاہت کا ٹھٹھیس مارتا سمندر۔ چوڑی روشن پیشانی کھڑی مغرور ناک اور سیلقے سے بننے والے بال جو اس کی شخصیت میں چار چاند لگا رہے تھے

جبور نے پہلی دفعہ اسے اتنے قریب اور غور سے دیکھا تھا

وہ اسکی محویت نوٹ کر چکا تھا اسلئے صرف مسکرا رہا تھا بولا کچھ نہیں

احزم کو خود سمجھ نہیں آئی تھی کہ اسکے دل میں جبور کے لئے اتنی محبت کہاں سے آئی۔ شاید محبت بھی ان کے دل کی مکس بنتی ہے جس پر ”اللہ“ کا خاص کرم ہوتا ہے

اسے دیکھ کر احزم کے دل میں الگ احساس جاگتا تھا۔ محبت کا عقیدت کا پاکیزگی کا اور اب تو اسے یہ دھڑکا بھی تھا کہیں اس کی محبت کو خود اسکی ہی نظر نا لگ جائے

جبور آپ مجھے مبارک نہیں دیں گی۔ احزم کی آواز پر اس کی محویت ٹوٹی اور اس نے اپنی نظریں جھکالی

نچ۔۔۔ جی آپ کو بھی مبارک ہو۔ ”آواز اتنی اہستہ تھی کہ وہ بامشکل سن پایا

کیا میں آپکی اور اپنی بیکیس لے سکتا ہوں؟

اس نے اجازت دی تو احزم نے کچھ تصویرے اسکی اکیلے میں اور کچھ اپنے ساتھ لیں

مجھے آپکو کچھ دینا ہے اجازت ہے؟ اس نے موبائی ل رکھ کر سائیٹ جیب سے منحل کا لمبا سا کیس نکالا

اس نے ایک نظر اسے کے ہاتھ میں موجود کیس کو دیکھا

اور سر اقرار میں ہلایا

احزم نے کیس کھولا تو اس میں ایک گولڈ چین تھی جس میں دودل ساتھ جوڑ رہے تھے اور ان کے اندر بہت خوبصورتی سے HA لکھا تھا۔

اس نے چین کا ہک کھولا اور اس کے نزدیک ہوا تو جبور نے اپنی آنکھیں بند کر لی

اس نے احتیاط سے اسے چین پہنائی اور ہلکا سا اس سے دور ہوا

میں نے یہ گفٹ بہت شوق سے بنوایا تھا آپ کے لئے۔ پر اب میں اس گفٹ سے جیلس ہو رہا ہوں

یہ ہرپل آپ کے قریب ہو گا اور میں ”دور“ وہ سرگوشی میں بولا

اس کی اس درجہ محبت پر جبور کے آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گرا جیسے احزم نے اپنے لبوں سے چن لیا

جبور نے تڑپ کر آنکھی کھولیں اور اس سے دور ہوئی

اس کے چہرے پر ڈر نہیں تھا پر کچھ تھا جو احزم سمجھ ناپایا

چلی اب میں چلتا ہوں۔ ماما سے صرف گفٹ دین کی اجازت لیکر آیا تھا۔ پر کیا کروں یہ دل جو ہے نابے ایمانی کرنے پر باضد ہے۔ اس نے کہتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھا اور کھڑا ہو گیا

اور دروازے کی طرف چل دیا

جبور بھی شرم سے گلابی ہوا چہرہ جھکا کر اسکے پیچھے آئی کہ دروازہ بند کر سکے

وہ جاتے ہوئے پلٹا اور بہت محبت سے اسکا ہاتھ چوما

”آپ ہمیشہ میری محبت کی خوشبو سے اسے ہی مہکے گی جبور۔“ وہ بول کر کمرے سے نکلتا چلا گیا

جبکہ جبور اب بھی وہی کھڑی تھی۔ احزم اس کے چہرے پر عجیب احساس چھوڑ گیا تھا جو براہرگز نہیں تھا۔

ابراہیم نے اندر آ کے دروازہ بند کیا اور سامنے کھڑی صوفی کو دیکھا جو پوری آنکھیں کھولیں اسے دیکھ رہی تھی

”یہ سچ ہے یا میرا وہم“ اس نے آنکھیں کھل بند کی

وہ ایک دم سے اسکے قریب ہوا اور کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے خود سے قریب کر لیا

”میں نے سوچا تمہیں یقین نہیں آ رہا تو تھوڑا نزدیک آ کر تمہیں اپنے یہاں ہونے کا یقین دلا دوں“

وہ بولتے ہوئے اس کے کان کے قریب ہوا ”بیوٹیفل“

اسنے سرگوشی کی اور کان میں موجود آوازے کو چوم لیا

اس کے اس بے دھڑک انداز پر صوفی کا دل دھڑک اٹھا تھا

آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ اس نے دور ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کہا

آپ کو دیکھنے اور نکاح کی مبارک دینے آیا ہوں۔ یہ بولتے ہوئے اس نے کھینچ کر اسے خود میں بھینچ لیا

”نکاح مبارک جانِ ابرہیم“ اس کی پیار بھری سرگوشی اور اس کی قربت پر صوفی کی سانسیں کہیں سینے میں اٹکی تھیں

”آپ پلیز جائیں یہاں سے کسی نے دیکھ لیا تو کیا سوچے گا“

اس نے ایک بار پھر اس سے الگ ہونے کے لئے زور لگایا تھا

”تم فکر نہ کرو نا کوئی یہاں آئے گا اور نا کچھ سوچے گا“

میں آنٹی سے اجازت لے کر آیا ہوں“

اس نے اطمینان سے کہہ کر اس کا اطمینان لوٹ لیا

”ماما نے آپ کو یہاں آنے کی اجازت دی یعنی میرے کمرے میں؟ وہ شاک ہوئی

”وہ منع کیوں کریں گی یہاں آنے سے۔ ظاہر ہے میں کوئی غیر نہیں تمہارا اینڈ سم، ہسبینڈ ہوں۔“ اس نے آنکھ ماری

”آپ زیادہ فری نا ہوں اور جائیں یہاں سے۔“

اب کے اس نے پورا زور لگا کر اسے خود سے دور کیا۔ اور وہ ہو بھی گیا۔ پر ہاتھ اب بھی اسکے ہاتھوں میں تھے

ایک ہاتھ سے اس نے صوفی کا ہاتھ تھاما جبکہ دوسرے ہاتھ سے اپنی پاکٹ سے ڈائی منڈ رنگ نکالی جو وہ اسے پہنانے آیا تھا
بہت نرمی اور احتیاط سے اس نے وہ رنگ اس کے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں پہنائی
”پرفیکٹ“ اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ رنگ بالکل اس کی انگلی میں ٹھیک آئی تھی
اس نے رنگ والا ہاتھ اسکے سامنے کیا۔

”میری پیاری سی وائی فی کے لے پیار کا پہلا تحفہ۔ کیسا لگا؟

”بہت پیارا“ اس نے دل سے کہا۔ رنگ اسے پسند آئی تھی

”میری بچپن سے یہ خواہش رہی ہے کہ میں بڑا ہو کر ایک دن ایسے ہی اپنی وائی فی کو رنگ پہناؤں۔ اور دیکھ لو آج میری
یہ خواہش پوری ہو گئی۔“ اس نے جڑبے سے کہتے اس کا ہاتھ چوما
صوفی نے اپنے ہاتھ پر اس کا دھکتا لمس محسوس کیا تو تیزی سے ہاتھ کھینچا
”یعنی آپ بچپن سے ہی بے شرم ہیں۔“ اس نے غصے سے کہا

اس کی بات پر وہ بھرپور انداز میں مسکریا اور بولا

”لو ابھی میں نے بے شرمی کی کہاں ہے یہ تو الزام ہے۔“

وہ بول کر روکا اور اسے دیکھا جو اسے گھور رہی تھی

”وہ تو میں اب کروں گا۔“

اس سے پہلے کہ صوفی کچھ سمجھتی ابراہیم نے اسے خود سے قریب کیا اور اس کے چہرے پر جھک گیا اسے کہ وہ بس اسکی بانہوں میں پھڑپھڑا کر رہ گئی۔ پر خود کو اس سے آزادنا کروا سکی۔

ابراہیم خود ہی اس سے تھوڑا دور ہوا اور کمر سے ہاتھ ہٹا کر اسے شانوں سے تھام لیا۔

وہ لمبی لمبی سانسیں لے رہی تھی۔ چہرہ بے پناہ سرخ ہو چکا تھا۔ حالت ایسی تھی کہ اب گری۔ اس کی حالت پر وہ مسکرایا اور اسے خود سے لگا گیا۔

”میری محبت ایسی ہے طوفانی۔ آج سے ہی عادت ڈال لو آگے آسانی رہے گی۔“ اس نے صوفی کے بال سہلاتے ہوئے کہا صوفی کی سمجھ میں کچھ نا آیا کہ اس حرکت پر اس کے ساتھ کیا کر جائے۔ پر ہائے قسمت وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی اس جن کا جو اس سے چمٹ گیا تھا۔

ہاں پر ایک کام وہ کر سکتی تھی اور اس نے وہی کیا

یعنی رونا شروع کر دیا وہ بھی زور زور سے

اس کے رونے سے وہ گھبرا گیا

”یار صوفی روئے تو مت۔ اچھا سوری مجھے یہ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ پر کیا کروں پہلے دل چاہتا تھا پر حق نہیں رکھتا تھا۔ اب حق رکھتا ہوں تو دل کی آواز پر لبیک کہہ دیا۔“

اس نے جیسے اسے سمجھانا چاہا

کیا وہ بے شرم نکاح سے پہلے ہی ایسا سوچتا تھا؟

پھر اسے یاد آیا نکاح کی شاپنگ پر جاتے ہوئے اس کے الفاظ

کہ اسکی آنکھیں اور ہونٹ اسے اپیل کرتے ہیں۔ یہ یاد آتے ہی وہ اور زور و شور سے رونے لگی۔

اب کہ سہی میں ابراہیم ہاتھوں پیروں کے طوطے اڑ گئے

اگر کوئی اس وقت کمرے میں آگیا تو اس کی خیر نہیں

“صوفی جانو چپ کر جاؤں نا۔” وہ جیسے مینتوں پر آگیا

“دیکھو تم چپ نا ہوئی تو پھر میں اپنے طریقے سے تمہیں چپ کر اؤں گا۔” اب کے اس نے دھمکی دی۔ جو کام کر گئی اور وہ چپ ہو گئی

“دیکھو ذرا میرے دلائلے ڈریس میں تم کتنی حسین لگ رہی تھیں اور رورو کر سارا حلیہ ہی بی گاڑ لیا۔ ایک دو سیلفیاں ہی لے لیتا میں۔”

اس نے نرمی سے اسکا چہرہ صاف کیا۔ پھر شرارت سے اس کی ناک دبائی جو رونے سے سرخ ہو گئی تھی

صوفی نے ناراضگی کے طور پر چہرہ موڑ لیا

مجھے لگتا تھا کہ لڑتے ہوئے ہنستے ہوئے چپ رہتے ہوئے پڑھتے ہوئے یہاں تک کے کھاتے ہوئے بھی تم حسین لگتی ہو
پر آج بتا چلا کہ تم روتے ہوئے زیادہ حسین لگتی ہو۔

”تمہاری نم آنکھیں اس پر بھیگی پلکیں گلابی گال سرخ ناک اور رونے کی وجہ سے کپکپاتے تمہارے یہ لب۔“ اس نے بولتے ہوئے اسکا چہرہ اپنے سامنے کیا

”ابراہیم پلیز آپ جائیں یہاں سے۔“ اس نے ابراہیم کی پرفسوں آواز کے جادوں سے خود کو بامشکل آزاد کیا اور گھبرا کر بولی

”لو اچھا تو ہم چلتے ہیں۔“ اس کی بات سن کر وہ گنگنایا

پلٹا پھر واپس آیا اور بہت پیار اور احترام سے اسکا ماتھا چوم کر اپنا ماتھا اس کے ماتھے سے جوڑ دیا

تم اقرار نا کرتے تو میں کہا جاتا

زندگی تم بن ادھوری تھی، میں مرجاتا

تیری خوشبو مجھے حصار میں قید رکھتی ہے

تو ہی بتا، بھلا بھٹک کے میں کہا جاتا

(افشاں کنول)

وہ آہستگی سے اس سے الگ ہوا اور چلا گیا پریوں کہ اس کی موجودگی کا احساس یہی اس پاس تھا

حبور سوکراٹھی اور اپنے برابر میں دیکھا۔ رات صوفی اس کے ساتھ ہی سوئی تھی پر اس وقت وہ نہیں تھی۔

کل جب آسیہ بیگم اور وقار صاحب جا رہے تھے تو صوفی کافی روئی تھی۔

رونا تو اسے بھی آرہا تھا پر اس نے خود کو کمزور نہیں ہونے دیا تھا۔ وجہ صوفی اور ماما تھیں۔ وہ بھی ان کے دور جانے سے افسردہ ہو رہی تھی۔ ابراہیم بھی اپنی فیملی کے ساتھ وہاں موجود تھا۔

جبور نے انھیں کافی تسلیاں دی تھیں کہ وہ اپنا اور صوفی کا خیال رکھیں گی۔ اور انھوں نے کہا تھا کہ احزم کا بھی خیال رکھے کہ اب وہ تمہاری ذمہ داری ہے۔ انھیں معلوم تھا کہ وہ سمجھدار ہے سب سنبھال لے گی۔

وقار صاحب نے بھی

احزم کو خاص تاکید کی تھی کہ وہ گھر کا اور ان کی بیٹیوں کا اچھے سے خیال رکھے

دوسری طرف ابراہیم تو بس صوفی کو دیکھ رہا تھا کہ روتے ہوئے کیوٹ لگ رہی تھی۔ یہ صرف اس کا خیال تھا ان لوگوں کو سی آف کر کے وہ لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے تھے۔

رات صوفی کو نیند نہیں آرہی تھی تو وہ جبور کے کمرے میں آگئی تھی اور اسکے ساتھ سوئی تھی۔ پر اب وہ وہاں نہیں تھی شاید ناشتہ کے لئے کچن میں گئی تھی

آج انھیں یونی بھی جانا تھا کافی چھٹیاں ہو گئی ہیں تھی دونوں کی جبور کے تو پیپر بھی اسٹارٹ ہونے والے تھے

اسکا اور ابراہیم کا لاسٹ ایئر تھا

وہ اٹھ کر فریش ہوئی اور چینج کر کے نیچے آگئی

”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔“ اس نے سلام کر کے اپنا رخ فرتج کی سمت کیا

”وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ“ آپ نے آپ یہ جو س لیں وہ چھوڑیں۔ یہ فریش جو س ہے میں نے ابھی نکالا ہے۔“ صوفی نے اس کی طرف جو س کا گلاس بڑھایا

اس کی بات پر اس نے جو س کا ڈبا واپس فرتج میں رکھا اور گلاس لے کر جو س پینے لگی

”میں ناشتہ لگاتی ہوں پھر بھائی کو بلاتی ہوں۔“

نہیں۔۔۔۔۔ تم جاؤں انھیں بلا لاؤ۔ ناشتہ میں لگاتی ہوں۔

اور۔۔۔“ انھیں ”واہ بھئی میرے بھائی کی تو ترقی ہو گئی۔“

اب آپ انھیں۔۔۔ سنیئے۔۔۔ اچی سنتے ہو۔۔۔ اور کیا کہتے ہیں

اس نے کپٹی پر انگلی ماری

”ہاں یاد آگیا گڈو کے ابا“۔ وہ چہکی

بہت بے شرم ہو گئی ہو ”اس کی بات پر جبور کے چہرے پر شرم کی لالی پھیل گئی۔ جبور نے زور سے اس کے گال کھنچے

اور حسبِ عادت وہ برامان گئی اور تیزی سے وہاں سے نکل گئی

تو ہنس دی اور ناشتہ لگانے لگی کہ تھوڑی دیر میں خود ہی مان جائے گی

احزم کے آنے کے بعد انہوں نے ناشتہ کیا پھر ماما بابا سے بات کی۔ صوفی مسلسل مسکاتی نظروں سے چھیڑ رہی تھی اسے اور
حبور آنکھیں دیکھا رہی تھی

احزم نے ان دونوں کو یونی چھوڑا۔ سارے راستے حبور کی نظریں نیچے ہی رہیں جبکہ احزم کی وقفے وقفے سے اس پر۔
صوفی آج نروس تھی ابراہیم کے سامنے آنے کے خیال سے پر ظاہر نہیں کر رہی تھی اس لئے آتے ہی کلاس لینے چلے
گئی

جبکہ حبور کو اسائی منٹ اور نوٹس کی تیاری کرنی تھی اس وجہ سے لائی بریری چلی گئی۔

ابراہیم لیٹ یونی پہنچا تھا کیونکہ آفس سے ہوتے ہوئے آیا تھا اس نے حبور کو میسج کر کے پوچھا کہ وہ کہاں ہے اس کے
بتانے پر پر کہ وہ لائبریری میں ہے وہ خود وہیں آگیا۔ سلام کر کے وہ وہاں والے چیئر پر بیٹھ گیا

سالی صاحبہ میری بیگم صاحبہ کہاں ہے؟ نہایت مودبانہ انداز میں سوال آیا

بہنوئی صاحب وہ کلاس میں ہیں۔ ”اس نے کتاب سے سر اٹھائے بغیر جواب دیا

میری بیگم بڑی پڑھا کو ہے مجھ پر گئی ہیں بالکل۔ ”اس نے فخر سے کہا

میں آپ کو یاد کروادوں دو بہن بھائی ایک دوسرے پر جاتے ہیں۔

“لا حول ولا قوۃ”۔۔۔ جبور کیسی باتیں کرتی ہو میاں بیوی بھی ایک جیسی عادات والے ہوتے ہیں۔ جبور کی بات اسے گولی کی طرح لگی تھی

ہاں جی عادت ایک جیسی ہوتی ہیں اب جملہ صحیح استعمال کیا آپ نے۔”

اس نے کتاب بن کر کے قریب رکھے نوٹس رجسٹر ڈاور بکس اٹھائیں بیگ کندھے پر ڈالا اور جانے کے لیے اٹھ گئی۔

لاہور میں سے بک ایشو کروا کر ابراہیم کو پکڑوائیں

”ویسے آج کل تمہارا دماغ اور زبان دونوں تیز ہو گئے ہیں۔“

وہ دونوں کینیٹین میں چائے پی رہے تھے تھے ابراہیم کی بات پر وہ مسکرا دیں

”صوفی بھی کہہ رہی تھی کہ میں بدل گئی ہوں۔“

دیکھا خیالات مٹی ہیں ہم دونوں کے۔“

اس نے گرما گرم سمو سے کھاتے ہوئے کہا

باقی باتیں چھوڑو یہ بتاؤ تبدیلی اچھی ہے یا بری۔”

اچھی ہے بہت اچھی ہے۔۔۔۔ کم از کم تو بولنے تو لگی ہو ورنہ میں بولتا تھا اور تم سنتی تھیں۔ اب تم بولو گی اور میں سنوں گا۔ ”اس کی بات پر وہ زور سے ہنسی تھی

”ارے تمہیں تو ہنسنا بھی آگیا۔۔۔ گڈ، مجھے احزم بھائی کو شکریہ کہنا چاہیئے۔“

”بکومت زیادہ۔“ جبور نے اسے گھورا

اچھا نہیں بکتا پر ایک بات پوچھنا تھی؟ اس نے اجازت مانگی تھی

”پوچھو پر کوئی فضول گوئی مت کرنا۔“

میری بیگم آکیوں نہیں رہیں؟ اس نے بے صبری سے یہاں وہاں دیکھا جیسے وہ یہی بیٹھی ہو اور اسے نادیکھ رہی ہو

آجائے گی زیادہ بے صبرے نابو۔ اور پڑھائی پر توجہ دو ہمیں نوٹس تیار کرنے ہیں اور اسائی مینٹ پر کام کرنا ہے پھر جمع کروانی ہے۔“

ہاں۔۔۔ بالکل جو سالی صاحبہ کا حکم بندہ ناچیز کی مجال کے آپ کی بات سے انحراف کرے۔“ اس نے مسخرے پن سے کہا اور جھک گیا

جبور نے دائیں بائیں سر ہلایا جیسے کہہ رہی ہو اس کا کچھ نہیں ہو سکتا۔ پھر کام میں لگ کر انھیں وقت گزرنے کا پتا نہیں چلا۔ ٹیکسٹ ٹون پر اسنے موبائی ل کو دیکھا۔

”چلو صوفی بلا رہی ہے باقی کام کل کریں گے۔ احزم بھی آنے والے ہونگے۔“ اس نے سب سمیٹ کر بیگ میں رکھا

اس کی بات پر ابراہیم کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ آئی جیسے وہ فوراً دبا گیا۔ نکاح کے بعد سے وہ اسے اگنور کر رہی تھی کل اسنے صوفی کو کال بھی کی تھی پر اس نے ریسو نہیں کی تھی

”اب بچنا پو مجھ سے۔“ وہ خود سے کہتے جبور کے پیچھے ہو لیا اپنی بیگم صاحبہ سے حساب لینے کے لئے

سامنے سے جبور کے ساتھ آتے ابراہیم کو دیکھتے ہی صوفی کو نکاح کے بعد ابراہیم کے ساتھ گزرے پل یاد آئے تو اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ جان کر اسکے اگنور کر رہی تھی پر کب تک۔۔۔

وہ دونوں اسکے قریب پہنچے تو صوفی اسے سلام کر کے جبور کی جانب متوجہ ہو گئی اور احزم کا پوچھنے لگی

ابراہیم اسکے انداز پر کڑا تھا

جبور ایک سائیٹ پر ہو کر احزم کو کال کرنے لگی۔ جبکہ ابراہیم اسکی جانب متوجہ ہوا

صوفی میں نوٹ کر رہا ہوں کہ نکاح کے بعد سے تم مجھے اگنور کر رہی ہو۔۔ کیا ناراض ہو مجھ سے؟

ایسی بات ہے تو میں سوری بول لیتا ہوں۔ ”اس کے سنجیدگی سے کہنے پر جبور کی ہتھیلیاں نم ہوئی۔

وہ سنجیدہ ہو گیا تھا مطلب رومینٹک بھی ہو سکتا تھا

نہیں۔۔ نہیں آپ سے میں کیوں ناراض ہونگی بھلا۔ وہ جلدی سے بولی

ہاں میں بھی وہی سوچ رہا ہوں کہ میں نے ایسا کیا کر دیا کہ تم مجھ سے ناراض ہو جاؤں۔۔۔۔

بس اپنی بیگم کو پیار ہی تو کیا تھا۔

واہ کیا معصومیت تھی صوفی کا جی چاہا کہ ہاتھ میں تھامے رجسٹر ڈاسکے سر پر دے مارے پر ہائے رے مجبوری

اگر اسنے ہاتھ کھینچ کر گلے لگا لیا تو۔۔۔ وہ تو ہے ہی بے شرم اسکا کیا بھروسہ یہ بات سوچتے ہی اسکا دل زور سے دھڑکا تھا

ابراہیم جو اسکے چہرے کے ہی اتار چڑاؤ دیکھ رہا تھا ایک نظر اسکو دیکھ کر جبور کو دیکھا جو اپنی کلاس فیلو سے بات کرنے لگی تھی اور ان سے دور ہوگئی تھی۔

پھر اسکا ہاتھ تھام کر تیزی سے اسے سائیڈ پر لے آیا

ہاں بھئی اب بتاؤں زرا کل میں نے تمہیں کتنی کالز کیں پر تم نے مجھ معصوم کی ایک کال ریسونا کری۔ ”اس نے صوفی کی قمر کے گرد ہاتھ باندھ کر کہا

اس حرکت پر اس نے سٹیٹا کر اس معصوم کو دیکھا جو کسی اینگل سے معصوم نہیں تھا

یہ کیا کر رہے ہیں؟ ابراہیم پلیز دور ہٹئیے۔ اس نے خود کو اس سے دور کرنے کی کوشش کی

خود کو تھکاو مت پہلے میرے سوال کا جواب دو پھر جان بخشی ہوگی۔ ”وہ آنکھوں میں شرارت اور لبوں پر مسکان لائے اس کو بھرپور کوشش کرتے دیکھ رہا تھا

اس نے ایک نظر اسے دیکھا اور فوراً نظریں پھیر لیں

وہ رات ماما بابا کی یاد آرہی تھی۔ پہلی بار اتنا دور ہوئے ہیں وہ دونوں تو میں اٹھکر آپی کے کمرے میں چلی گئی اور فون کمرے میں ہی رہ گیا۔ اس وجہ سے کال ریسونا کر سکی۔ وہ بولتے ہوئے رونے جیسی ہوگئی

”ارے تو اس میں رونے والی کیا بات ہے۔ شادی کے بعد بھی تو تمہیں ان کے بغیر ہی رہنا ہے آچھی بات ہے ابھی سے عادت ڈال لو۔“

اس نے ہلکے پھلکے انداز میں اسے سمجھایا

اس کی بات سنتے ہی اسکے آنکھوں سے آنسو بہنے لگے

”میں ہر کمزور ماما بابا کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ بتا رہی ہوں ابھی سے ہی۔“

وہ جھٹکے سے اس سے دور ہوئی اور غصے میں بولی

”تو میری جان اس میں رونے اور غصہ کرنے والی کیا بات ہے۔“ اس نے قریب آکر اسکے آنسو صاف کئے اور بولا

”میں گھر داماد بن جاؤں گا اب خوش۔ چلو چپ کرو۔“

اس کی بات پر صوفی نے حیرت سے ابراہیم کو دیکھا تھا کیا تھا وہ شخص؟

وہ روئی روئی گلابی آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی

ابراہیم اس کے قریب جھکا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتی اس نے اسکی دونوں آنکھوں کو چوم لیا۔

اپنی کلاس فیلو سے فارغ ہو کر ایک بار پھر جبور نے احزم کو کال ملائی اس بار کال ریسو کر لی گئی

”سوری جبور بس 5 منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔“ اس کے بولنے سے پہلے ہی وہ بول پڑا

”جی ٹھیک ہے آرام سے آئی یں میں اپکا انتظار کر رہی ہوں۔“ اس نے دھیمے لہجے میں کہا

”سچ میں ”دوسری طرف سے شوخی سے کہا گیا

”صوفی بھی ویٹ کر رہی ہے آپ کا۔“ اس نے جلدی سے بول کر کال کاٹ دی

اور دل پر ہاتھ رکھا جو ایک سودس کی اسپیڈ سے دوڑ رہا تھا

پھر سامنے دیکھا تو وہ دنوں اس ہی طرف آرہے تھے

یہ تمہارے چہرے کو کیا ہوا اتنا لال کیوں ہو رہا ہے؟ وہ اس کے قریب آئی تو حبور نے فکر مندی سے پوچھا

اس کی بات پر ابراہیم نے دانتوں میں ہونٹ دبا کر اپنی ہنسی دبائی جبکہ صوفی نے اسے خونخوار نظروں سے گھورا تھا

”کچھ نہیں وہ چہرے پر خارش سی ہو رہی تھی تو میں نے رگڑ لیا شاید اس وجہ سے چہرہ سرخ ہو گیا۔“

اس نے مشکل سے لہجے کو نارمل رکھ کر جواب دیا

اس کے بات بنانے پر وہ اش اش کر اٹھا۔ بہت مشکل سے اس نے اپنے قبہ کا گلا گھونٹا تھا۔ اور یہ کرتے ہوئے اس کا اپنا چہرہ

سرخ ہو گیا تھا

”آپی چلیں بھائی آگے ہو گئے۔“ صوفی نے اس کا ہاتھ تھاما اور گیٹ کی جانب چل دی

ابراہیم بھی مسکراتے ہوئے ان کے پیچھے ہو لیا کہ اپنے سالے پلس بہنوئی سے سلام دعا کر سکے

احزم ان دونوں کو باہر سے ہی چھوڑ گیا تھا۔ گھر آ کے دونوں فریش ہوئی پھر لنچ کر کے آرام کرنے اپنے کمروں میں چلیں گئیں۔ شام کی چائے ان تینوں نے ساتھ ہی پی تھی پھر جبور فاخرہ بی کے ساتھ ڈنر کی تیاری کروانے لگی۔ کھانا آسیہ بیگم خود بناتی تھیں یا جبور ان کے ساتھ لگ کر بنواتی تھی۔ پر آج صوفی اس کے ساتھ جو دیکھ زیادہ رہی تھی کام کم کروا رہی تھی کہ ابھی اسے کچھ بنانا آتا نہیں تھا

آج دال چاول اور قیمہ بنایا تھا جبور نے، میٹھے میں سو جی کا حلوہ جو احزم کو پسند تھا وہ صوفی کو ساتھ لگا کر بنایا تھا۔ ساتھ ہی احسان عظیم کرتے صوفی نے سلاد بھی بنالیا تھا۔ صوفی فریش ہونے لگی تو جبور نے گارنیش کا کام فاخرہ بی کو سونپا۔ اور خود ٹیبل سیٹ کرنے لگی اتنے میں لاؤنج میں رکھے فون کی بیل بجی تھی

السلام علیکم ”جی کون؟ جبور نے کال ریسوی

وعلیکم السلام آپ کون؟ دوسری طرف سے بھی سوال ہوا

میں جبور بات کر رہی ہوں۔ آپ کو کس سے بات کرنی ہے؟ اس آواز کو سن کر وہ ٹھٹھکی تھی

”نکاح مبارک ہو۔ میرے بغیر نکاح کر لیا تم نے۔۔۔ مجھے بڑا ہی دکھ پہنچا قسم سے۔“ دوسری جانب سے شکوہ ہوا

جبور گھبراہٹ کا شکار ہونا شروع ہو چکی تھی ہاتھ پیروں میں سنسناہٹ سی ہونے لگی تھی۔ وہ اس آواز کو پہچان کر بھی پہچانا نہیں چاہتی تھی جبکہ دوسری طرف وہ بول رہا تھا

”تم تو بے وفا نکلیں پر دیکھ لو میری محبت پھر بھی تمہیں دل بڑا کر کے مبارک باد دے رہا ہوں۔“

آآآ۔۔۔ پ کون؟ بمشکل حلق سے آواز نکلی تھی جبکہ چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا

احزم جو ڈنر کے لئے نیچے آ رہا تھا جبور کو فون کے پاس دیکھ کر اس کی طرف بڑھ گیا

”لو یہ تو بہت بری بات ہے۔ تم مجھے بھول گئی۔۔۔۔۔ گڑیا“

اتنا سننا تھا کہ اس نے وحشت زدہ ہو کر ریسپورہا تھا سے چھوڑ دیا اور ایک دم پیچھے ہوئی تو احزم سے ٹکرا گئی اگر وہ اسے تھام نہ لیتا تو یقیناً وہ زمین پر گر چکی ہوتی

کیا ہوا ہوا؟ آپ ٹھیک ہیں؟ فون پر کون تھا؟ اس کی حالت دیکھ کر وہ گھبرا گیا اور فوراً ہی اسے قریب رکھے صوفے پر بیٹھایا
جبور نے پلکیں جھپکیں اور خود کو اس خوف سے آزاد کرنے کی کوشش کی جو اسے اپنے حصار میں لے چکا تھا اور احزم کی
جانب دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا چہرے پر اسکے پریشانی صاف دیکھی جاسکتی تھی

میں ٹھیک ہوں اب۔۔ اس نے کپکپاتے ہاتھوں کو ایک دوسرے میں زور سے دبایا
”کوئی رنگ کال تھی اس کی آواز عجیب سی تھی تو میں ڈر گئی۔“ اس نے بات بنائی سچ وہ بول نہیں سکتی تھی نا اس میں
اتنی ہمت تھی اور نا حوصلہ۔ وہ تو سب بھول کر آگے بڑھنے لگی تھی اس آواز نے اس کی پرسکون ہوئی زندگی کی جھیل میں
ہلچل مچادی

احزم بغور اس کی بات سن رہا تھا اس نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا کہ وہ اب بھی خوف زدہ تھی پر بتا نہیں رہی تھی کیوں؟ کسی
اجنبی کی آواز سن کر اتنا ڈر جانا۔ کہ چہرے کا رنگ اڑ گیا ہاتھ پیر کپکپانے لگے سانس مدھم ہو گئی۔ پر اس وقت جبور سے
پوچھنا اسے مناسب نہ لگا۔

وہ اسے خود بتائے تو زیادہ بہتر تھا پر اسکے لئے اسے احزم پر اعتبار کرنا تھا اور ہ چاہتا تھا کہ وہ اس پر اعتبار کرے

اسنے ہاتھ بڑھا کر اسکے دونوں ہاتھوں کو تھاما جو ٹھنڈے ہو رہے تھے اور گویا ہوا

”مجھے بالکل اچھا نہیں لگا کے آپ کے ڈرگئی میرے ہوتے ہوئے۔“ اس نے جبور کے ہاتھوں کو ہلکے سے دبایا تو وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی جہاں اس کے لیے صرف محبت تھی عزت دی اور ایک مان تھا

”میں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوں آپ کو کسی سے بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میرے ہوتے ہوئے بلکہ آپ اپنے ڈر سے لڑ جائیں اور اسے ہر ادیں تو مجھے زیادہ خوشی ہوگی۔“

آپ کے وہ مسکرایا تھا تو وہ بھی بھیگی آنکھوں سے مسکرا دی

اب میرے لیے یہ کریں گیں ناجبور؟ اس نے پوچھا

”جی میں آپ کے لئے یہ ضرور کروں گی۔“ اس نے جیسے خود سے بھی وعدہ کیا

تھینکس اس نے جبور کے دونوں ہاتھوں کو چوم لیا تو وہ جو اس کی نظروں میں دیکھ رہی تھی شرم سے نظریں نیچے کر لی

آپ دونوں کا رومینس ختم ہو گیا ہو تو کیا ہم ڈنر کر سکتے ہیں۔؟ قریب سے ہی صوفی کی آواز آئی

”جی بالکل کر سکتے ہیں۔“ احزم نے نارملی جواب دیا جبکہ جبور جھنپ کر کھڑی ہو گئی۔ ”چلو ڈنر لگاتے ہیں۔“ وہ نظر نیچے

کئے صوفی کے پاس سے گزرتے ہوئے بولی جو مسلسل معنی خیز نظروں سے دیکھتی مسکرا رہی تھی۔ پھر وہ خود بھی اس

کے پیچھے ہوئی۔ احزم نے جاتے ہوئے ایک نظر اسے دیکھا اور فون اسٹینڈ کے قریب گیارہ سو روپے سہی سے رکھا اور پر

سوچ نظروں سے فون کو دیکھنے لگا پھر خود بھی ان دونوں کے پیچھے چلا گیا۔

وہ کمرے میں اپنے بابا کی تصویر ہاتھ میں لے بیٹھی تھی جب کے ذہن ماضی کی بھول بھلیوں میں گم تھا

ماضی

کتنے خوبصورت دن تھے وہ جب وہ اس کی ماما اسکے بابا ایک ساتھ رہا کرتے تھے۔ اس کی ماں ہاؤس وائف تھیں جب کہ بابا آفس میں جاب کرتے تھے وہ صبح آفس جاتے شام میں لوٹے تو کے ہاتھ میں کچھ نہ کچھ کھانی کی چیز ہوتی جو وہ اسکے لے لاتے تھے

ان کے پورشن کے ساتھ ہی ان کے تایا عظیم کا پورشن تھا وہ اور ابراہیم ساتھ یہ سکول جاتے تھے تھے اور شام پڑھنے کے بعد ساتھ ہی کھیلتے تھے ان دونوں کا زیادہ تر وقت ساتھ ہی گزرتا تھا زندگی بہت حسین اور خوبصورت تھی سب کچھ بہت اچھا تھا اس کے تایا اور تائی اسے بہت چاہتے تھے داد دادی کا انتقال ہو چکا تھا۔ ابراہیم ان کے اکلوتا بیٹا تھا جب کہ جبور اپنے بابا کی اکلوتی بیٹی تھی ان دونوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان دونوں بھائیوں کو کوئی اور اولاد نہیں دی تھی مگر وہ اس پر بھی خوش تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے اولاد نہیں رکھا

وہ بھی عام دنوں میں سے ایک دن تھا جب جبور کے بابا آفس گئے اور واپس آئے تو چار کندھو پر۔ کیا قیامت سا منظر تھا آسیہ بیگم بھری جوانی میں بیوہ ہو گئی اور جبور اسے تو سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ ہو کیا رہا ہے۔ اس کے بابا صبح تو بالکل ٹھیک گئے تھے یہ کیا ہو گیا انھیں وہ سفید لباس میں کیوں ہیں آج اس کے لئے چیز کیوں نہیں لےئے۔ اس کے بار بار بلانے پر بھی اسے دیکھ نہیں رہے۔ اسکے رونے پر میری رانی بیٹی بول کر اسے گلے کیوں نہیں لگا رہے

تایا ابو بابا کو کیا ہوا؟ قریب کھڑے عظیم صاحب کا ہاتھ تھامے وہ ان سے پوچھنے لگی تو وہ اسے گلے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دئیے

کلیم صاحب کی اچانک ہی طبیعت خراب ہوئی تھی آفس والے فوراً ہسپتال لائے گئے پر وہ راستے میں ہی دم توڑ گئے۔ ڈاکٹر کے مطابق ان کو اٹیک پڑا تھا۔ کوئی آفس کا ورکر محلے کے کسی بندے کو بتا رہا تھا جبکہ وہ اپنے تایا کے گلے لگی رو رہی تھی۔

کلیم صاحب کے سوئی م پر جبور کی نانی آسیہ بیگم کو اپنے ساتھ لیں گیں۔ تاکہ وہ عدت کے دن ان کے ساتھ پورے کریں حور کے لیے زندگی رک سی گئی تھی نانی کے گھر اس کا دل نہیں لگتا تھا مگر مجبوری تھی نہ وہاں ابراہیم تھا نہ اپنا گھر۔ عظیم اور کلیم صاحب دونوں بھائی ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ عظیم صاحب بزنس کرتے تھے جبکہ کلیم صاحب کو جاب کرنا پسند تھا تو وہ جاب کرتے تھے۔ والدین حیات نہیں تھے اور اب تو کلیم صاحب بھی نہیں رہے تھے۔

عظیم صاحب انھیں بہت یاد کرتے تھے اسی لیے ہر دوسرے دن جا کر جبور کو لے آتے۔ اس طرح جبور کا دل بھی دل بہل جاتا۔ آسیہ بیگم کی عدت ختم ہوئی تو عظیم صاحب اور زارا بیگم جا کر انہیں لے آئے واپس۔ وقت کا کام گزرنا ہے کوئی حادثہ کوئی واقعہ وقت کو روک نہیں سکتا دیکھتے ہی دیکھتے ایک سال گزر گیا۔ ایک دن خبر آئی کہ اس کی نانی کی بہت طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ ان کا بی پی ہائی ہونے کی وجہ سے ان کو اسپتال لے جانا پڑا ایک دن بعد ان کی واپسی ہوئی۔

”آسیہ میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں بیٹی۔“ وہ نقاہت زدہ لہجے میں بولیں

امی پلیز ایسے تو نہ بولیں۔۔۔۔۔ کلیم کے بعد اب میں آپ کو نہیں کہہ سکتی۔ وہ ان کا ہاتھ تھام کر رو دیں

اللہ آپ کو لمبی زندگی دے میری زندگی بھی آپ آپ کو لگ جائے انہوں نے ان کا ہاتھ تھام کر آنکھوں سے لگایا

“بیٹی میرے پاس کتنا وقت نہیں پتا میں بیمار رہتی ہوں اور موت کو تو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ سب کچھ تمہارے سامنے ہے تمہارے بھائی کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اسے فون کیا تھا پر کیا ہوا اس دکھ کی گھڑی میں اپنی بہن کے ساتھ کھڑے ہونے کی بجائے اس نے اپنی مجبوریاں گونا گونا شروع کر دی اور آخر میں کہہ دیا کہ وہ اپنی عیسائی بیوی کی وجہ سے آ نہیں سکتا۔

بس ہر مہینے پیسے بھیج کر اپنا فرض پورا کرتا ہے میں چاہتی ہوں کہ تمہیں اپنی زندگی میں ہی میں اس کوئی مضبوط سائی بان مضبوط چھت کا سہارا دے دوں۔

امی آپ کہنا کیا چاہتی ہیں کلیم کا گھر میرا گھر نہیں ہے؟

بیٹی جب تک وہ زندہ تھا تک تم حق رکھتی تھی ہر جب وہ نہیں ہے تو تمہارا وہاں رہنا کسی صورت ٹھیک نہیں۔ بے شک عظیم اور اس کی بیوی بہت اچھے ہیں پر زارا ایک عورت ہے اور عظیم اس کا شوہر جو تمہارے لیے نامحرم ہے میں کل کو کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو لوگ تمہیں ہی برا کہیں گے سمجھ رہی ہوں امیری بات۔۔۔ انہوں نے ڈھکے چھپے لفظوں میں اسے سمجھانا چاہا

“امی۔۔۔ ان کی بات سن کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں

تمہارے لیے ایک رشتہ بتائے ہے برابر والی خالہ نے ان کی جان پہچان کے لوگ ہیں۔ لڑکے کا نام وقار ہے۔ بیوی کا انتقال ہو چکا ہے۔ ایک بیٹا ہے ماں ہے اور ایک بھائی ہے۔ بھائی شادی شدہ ہے وہ الگ پورشن میں رہتا ہے وہ اسے تفصیل سے بتا رہی تھیں جب کہ اسیہ بیگم حیرانگی سے انہیں دیکھ رہی تھیں

آپ چاہتی ہے میں دوسری شادی کر لو؟

”ہاں میں چاہتی ہوں تم دوسری شادی کرو کیونکہ کل میں نہیں رہی پھر تمہارے کیا ہو گا؟ تمہیں میں نے ہر چیز اچھے سے سمجھا دی ہے کل تک کا ٹائم ہے تمہارے پاس اچھی طرح سوچ لو اور مجھے جواب دو۔ جوہر کی فکر نہ کرنا انہیں تم جوہر کے ساتھ قبول ہو۔“ انہوں نے ساتھ سوئی جوہر کے سر پر پیار کرتے ہوئے کہا

آسیہ بیگم نے سوئی ہوئی ہو جوہر کو احتیاط سے اٹھایا اور اپنے کمرے میں چلیں گئیں۔ ساری رات وہ اپنی ماں کی باتوں پر غور کرتی رہیں زندگی کی حقیقتوں سے وہ منہ نہیں موڑ سکتیں تھیں۔ انہوں نے سب اللہ پر چھوڑ دیا اور اپنی ماں کو ہاں کر دی وقار صاحب کی والدہ اور ساتھ ہی ان کی بڑی بہو آئی یں اور انہیں دیکھ کر پسند کر گئی یں اور ساتھی ایک ہفتے بعد نکاح کی تاریخ بھی رکھ دی۔

اب مرحلہ تھا جوہر سے بات کرنے کا جو کہ نانی نے سر کر لیا۔ ویسے بھی جہاں اس کی ماما کی خوشی ہوتی تو وہ۔۔ وہ کام کرنے کے لئے دل و جان سے راضی ہوتی۔ اپنے بابا کی تصویر کو اپنے ساتھ رکھتی تھی اور رات کو ان سے باتیں کرتی

”بابا آپ کے جانے کے بعد زندگی روک سی گئی ہے۔ پر ماما کی وجہ سے اور ان کی خوشی کے لئے میں خوش رہتی ہوں۔ آپ کو پتہ ہے نانی نے بتایا کہ وہ ماما کی دوسری شادی کر رہی ہیں نانی بیمار رہتی ہے نہ، اگر کل کو انہیں کچھ ہو گیا تو ہمارا کیا ہو گا۔ تایا ابو تو میرے تایا ابو ہیں ان کا ماما سے کوئی رشتہ نہیں ہے اور ساتھ رہنے کے لیے رشتہ کا ہونا ضروری ہے جیسے آپ کا اور ماما کا تھا اب آپ تو رہی نہیں اس لیے ماما کو ان کا اپنا رشتہ دینے کے لیے نانی ان کی دوسری شادی کر رہی ہیں۔ آج وقار نکل آئے تھے میں ملی ان سے مجھے پیار کر رہے تھے پر بابا وہ آپ تو نہیں بن سکتے نہ۔ میں پیار ہمیشہ آپ سے ہی کروں گی صرف آپ ہی میرے بابا ہیں آپ ناراض تو نہیں ہے نا بابا؟ وہ بول بھی رہی تھی اور رو بھی رہی تھی

پھر وہ دن بھی آگیا جب آسیہ بیگم رخصت ہو کر وقار صاحب کے ساتھ چلی گئیں۔ جبور بھی ان کے ساتھ ہی آئی تھی اس کی ماما لہن بن کر کتنی پیاری لگ رہی تھی وہ بار بار انہیں دیکھ رہی تھی۔ نکاح کے بعد نانی نے بتایا تھا کہ یہ بزرگ خاتون اس کی دادی ہیں تب سے وہ ان کے ساتھ ساتھ تھی۔ اور ویسے بھی دادی اسے پسند آئی ہیں تھیں۔

پر وقار اور شفیق سیں۔ ان کا نام آمنہ بیگم تھا اور سب بچے انہیں اماں جی کہتے تھے تھے ان کے ساتھ ان کا پوتا بھی تھا جو سارا وقت چپ رہا اور گھر آتے ہی کہیں چلا گیا شاید اپنے کمرے میں

”اچھا اماں جی ہم چلتے ہیں کافی ٹائم ہو گیا ہے بچے تو سو چکے ہوں گے۔ احزم بھی اپنے کمرے میں جا چکا اب آپ بھی آرام کیجئے۔“ سارا بیگم جو وقار صاحب کی بھانج اور اظہار صاحب کی بیوی تھے اٹھتے ہوئے بولی اور ساتھ ہی اپنے شوہر کو بھی اشارہ کیا تو وہ بھی ساتھ ہی اٹھ گئے

ہاں بہو تم جاؤ پر جانے سے پہلے ایک چکر وقار کے کمرے کا لگاؤ دیکھ لو انہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ میں ملازمہ کو بول دیتی پر اچھا نہیں لگتا میں جانہیں سکتی کہ میرے پیروں میں کافی درد ہے آج۔ انہوں نے اپنے پیر دباتے ہوئے کہا ”جی اماں جی میں دیکھ لیتی ہوں۔“ وہ اندر ہی اندر بے زار ہو رہیں تھیں پر چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ لاکے بولیں ”آئی یں اماں جی میں آپ کو آپ کے کمرے میں چھوڑ آؤں صبح سے آپ نے آرام نہیں کیا یہ تو ہونا تھا۔ انہوں نے احترام سے ان کو اٹھایا

”آؤ بیٹا آپ بھی“ اور ساتھ بیٹھی جبور سے مخاطب ہوئے

اور ان کو لمبے کمرے میں آئے۔ انہیں آرام سے بیڈ پر بیٹھایا اور دوادی

”اب آپ آرام کریں صبح ملاقات ہوگی شب بخیر۔“ وہ کہتے کمرے کا دروازہ بن کر چلے گئے

آجاؤ جبور آج میرے ساتھ سو جاؤ کل سے پھر تم اپنے کمرے میں سونا۔ انھوں نے ایک طرف کھڑی جبور کو اپنے پاس بلایا۔ وہ بھی ان کے نزدیک آگئی اور پھر ان کے ساتھ لگ کر لیٹ گئی انھوں نے منہ میں کچھ پڑھا اور اس پر پھونک دیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری کہ وہ دونوں ہی نیند کی وادی میں اتار گئی ہیں۔

اسے یہاں رہتے ایک ماہ ہو چکا تھا۔ وہ تقریباً سب کے بارے میں جان گئی تھی۔ اظہار صاحب اور وقار صاحب دو بھائی تھے اور الگ الگ بزنس کرتے تھے۔ ان کے والد حیات نہیں تھے۔ ان کی ایک بہن بھی تھی پر اسکول وین کے حادثے میں اس کی ڈیٹھ ہو گئی۔ اماں بی اسے آج بھی یاد کرتی تھیں۔ جب اسکی ڈیٹھ ہوئی وہ جبور کی عمر کی تھی شاید اس وجہ سے اماں بی اسے اتنا چاہتی تھیں۔

اظہار صاحب کے تین بچے تھے۔ بڑا شر جیل پھر انعم اور چھوٹا زید۔ ان کے گھر بظاہر الگ تھے پر بیچ میں لگا دروازہ دونوں گھروں کو جوڑتا تھا۔

اظہار صاحب کی فیملی میں اسے بس وہی پسند تھے۔ انعم اور زید سے وہ ایک دو بار ہی ملی تھی۔ سارہ بیگم اسے اچھی نہیں لگتیں تھیں۔ اچھا تو اسے شر جیل بھی نہیں لگتا تھا۔ وہ کالج کے بعد اکثر یہی پایا جاتا تھا۔ احزم سے وہ دو سال بڑا تھا پر دونوں میں اچھی دوستی تھی۔ اس کا برتاؤ جبور کے ساتھ عجیب سا ہوتا تھا۔ وہ اسے وہ اسے زیادہ تر گڑبلا تا تھا یا بے بی۔ وہ اسے اپنے پاس بیٹھا لیتا تھا پکڑتا چہرہ چھو تا بازو پر ہاتھ پھیرتا۔ اس کے چھونے سے عجیب فلینگ آتی تھی جو اچھی ہر کز نہیں تھی۔ احزم زیادہ تر اپنے کمرے میں ہوتا تھا۔ اسکے اسکول کی پڑھائی ختم ہو گئی تھی کچھ ٹائی م پہلے ہی اس نے ایگزیم

دیئے تھے۔ سنا تھا وہ باہر جانا چاہتا ہے باقی کی پڑھائی کے لئے۔ وقار انکل اچھے تھے پر اسے تو اماں جی بہت پسند تھیں اسکا زیادہ وقت بھی انہی کے ساتھ گزرتا تھا۔

وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ ماما یہاں آکر مصروف ہو گئیں تھیں اسے کم ٹائی م دے پاتی تھیں یہاں پر وہ ابراہیم کو یاد کرتی یسے وہ اپنی شرارتوں سے اسکا دل بہلاتا تھا اسکے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔

ایک دن دادی نے بتایا کہ اس کی ایک اور بہن آنے والی ہے۔ وہ بہت خوش تھیں انھیں بیٹیاں پسند تھیں اس لئے ان کی خواہش تھی کہ ان کے ہاں پوتی ہو۔ وقار صاحب اسکا خیال کرتے تھے اکثر اس کے لئے کچھ ناکچھ لاتے رہتے۔ اس کے اندر ایک خلا بن گیا تھا جو کم ہونے کے بجائے بڑھ رہا تھا۔

رات کے گیار بج رہے تھے۔ اسے بھوک لگ رہی تھی۔ رات کا کھانا بھی اس نے نہیں کھایا تھا۔ گھر میں اس وقت وہ اکیلی تو نہیں تھی احزم اپنے کمرے میں تھا۔ پر پھر بھی وہ ڈر رہی تھی۔ جب بھوک زیادہ لگنے لگی تو وہ ہمت کر کے کچن میں آگئی۔ پورا کچن صاف پڑا تھا ملازم اپنا کام کر کے جا چکے تھے۔

جلدی سے دودھ لیتی ہوں اور چلی جاتی ہوں۔ ”اس نے سوچا کہ پیچھے سے آتی آواز پر وہ ڈر کے اچھل گئی

کیا کر رہی ہے میری گڑیا کچن میں؟

اس نے پیچھے سے آکر اسے کندھوں سے تھاما تھا

”شرجیل بھائی۔۔ بھوک لگ رہی تھی تو دودھ لینے آئی تھی۔“ اس نے بولتے ہوئے اس کے ہاتھ ہٹانے چاہے جو کندھے سے بازو اور بازو سے کندھے تک کا سفر کر رہے تھے۔

جبور کو اس کا اس طرح چھونا اسے پسند نہیں تھا پر وہ یہ بات کسی سے کہتی نہیں تھی۔ ماما بڑی رہتی تھیں۔ ان کی اکثر طبیعت خراب ہو جاتی کبھی الٹی کبھی چکر ان کا پی پی لو ہو جاتا تھا۔ رات بھی ان کی طبیعت خراب ہو گئی تو وقار صاحب اور اماں جی انھیں اسپتال لے گئے تھے۔ اس وجہ سے وہ اس نے ٹھیک سے کھانا نہیں کھایا تھا تو اب اس بھوک لگ رہی تھی اور وہ لوگ اسپتال سے ابھی تک نہیں لوٹے تھے۔ یہ گھر اسکے بابا کا نہیں ماما کے دوسرے شوہر کا تھا یہ بات اس کی نانی نے بتائی تھی اسے۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کسی کو کچھ نا بتانے کی

تو بے بی مجھے کہتی میں دے دیتا۔“ اس نے جبور کو گھوما کر اپنے سامنے کیا۔ اب اس کے ہاتھ جبور کے گال چھو رہے تھے

تائی نہیں آئی یں؟ دادی بول گئی تھیں انھیں۔ اس نے پھر اسے دور ہونا چاہا

”ہاں وہ آتیں پر کیا ہے نا ان کا پی پی ہائی ہو رہا تھا تو وہ دوا لیکر سو گئی یں۔ اس لئے میں آگیا یہاں تمہارے پاس۔“

اس نے دور ہوئی جبور کو واپس ہاتھ پکڑ اپنے سامنے کیا اور کان میں بولا دھیرے سے

”بیٹھو میں تمہیں دودھ دیتا ہوں۔ اس نے کرسی پر جبور کو بیٹھاتے ہوئے کہا

وہ جیسے ہی دودھ لینے کے لئے موڑا جبور تیزی سے کھڑی ہوئی ”دودھ رہنے دیں میں جارہی ہوں نیند آرہی ہے۔“ وہ

کہہ کر تیزی سے وہاں سے بھاگ گئی

”او میری معصوم گڑیا۔“ وہ کہتا اپنے لئے کافی بنانے لگا

جبور تیزی سے کمرے میں آئی اور دروازہ بند کر کے اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی اور دنوں ہاتھوں کو منہ پر رکھ کر رونے لگی۔

صبح وہ ملازمہ کے جگانے پر اٹھی تھی۔ اس نے ٹائی م دیکھا تو 8 بج چکے تھے۔ اسکول کی تو چھٹی ہو چکی تھی اس نے ملازمہ سے اپنی ماما کا پوچھا اور ملازمہ کے بتانے پر کہ وہ اپنے کمرے میں ہیں وہ فریش ہو کر ان کے پاس پہنچی۔ آسیہ بیگم بیڈ پر بیٹھیں جو س پی رہیں تھیں

ماما اَلْسَلَام عَلَیْکُمْ۔ ”وہ بولتی ان کے قریب بیٹھ گئی

وَعَلَیْکُمُ السَّلَام جیتی رہو میری بیٹی۔ انھوں نے جو س کا گلاس ایک سائیڈ پر رکھا اور اسے اپنے سینے سے لگالیا

پریشان ہے میری بیٹی؟ انھوں نے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا ان کی بات پر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے ماما آپ نے دوسری شادی کیوں کی؟ اس نے روتے ہوئے ان سوال کیا اس سوال پر انھوں نے اس کی جانب دیکھا اور بولیں

”اس دنیا میں اکیلی عورت کارہنا وہ بھی مرد کے بغیر بہت مشکل ہے بیٹا۔“ انھوں نے اسے پیار سے سمجھایا

اب آپ اکیلی نہیں ہیں؟ اس نے پھر سوال کیا

نہیں۔۔۔ اب ہم دونوں ہی اکیلے نہیں ہیں۔ انھوں نے اسے پیار کرتے ہوئے جواب دیا

”پر ماما میں بہت اکیلی ہو گئی ہوں اور مجھے ڈر بھی لگ رہا ہے۔“ یہ بات اس نے دل میں اس نے دل میں کہی پر منہ سے نا بول پائی اور چپ چاپ آنسو بہانے لگی آنسو قطار در قطار اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے

کچھ ہوا ہے جبور؟ کیسی نے کچھ کہا ہے؟ مجھے بتاؤ بیٹا کیا بات ہے۔؟ اس کے اس طرح رونے پر وہ پریشان ہو گئی یں اور اسکا چہرہ ہاتھوں میں لے لے اس سے پوچھنے لگیں

ماما آپ پریشان نا ہوں آپ کی طبیعت خراب ہے۔ وہ تو بس بابا اور گھر کی یاد آرہی تھی تو بس ایسے ہی۔۔۔۔۔ وہ بولتے چپ ہو گئی۔

سامنے ہی وقار صاحب کھڑے تھے اور بہت غور سے اسے دیکھ رہے تھے۔ ان کے دیکھنے پر وہ گھبرا گئی۔ پتا نہیں انہوں نے کتنا سنا تھا اور سنا تھا تو اب اس کے بارے میں کیا سوچیں گیں۔ کہیں برا ہی نامان جائی یں۔ پریشان تو آسیہ بیگم بھی ہوں گیں تھیں۔

”ادھر آئی یں جبور۔“ وقار صاحب نے اسے اپنے پاس بلایا پر وہ گھبرا کر وہیں بیٹھی رہی تو وہ خود ہی اس کے قریب آئے اور اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئے

میں آپ کو ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔۔ وہ رو کے اور اسے دیکھا

یہ گھر جتنا احزم کا ہے اتنا بلکہ اس سے زیادہ آپ کا ہے کیونکہ آپ اس گھر کی بیٹی ہیں۔ آپ کو یہاں کوئی پریشانی یا کوئی بھی مسئلہ نہ ہو آپ مجھے اپنی ماما کو یا پھر اماں بی کو بتائی یں۔ آپ اب ہم سے الگ نہیں ھیں۔ انھوں نے پیار سے کہتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا

اگر آپ عظیم صاحب کے گھر جانا چاہتے ہیں تو کچھ دنوں کے لئے چلیں جائیں پر ساتھ اسکول بیگ اور یونیفارم لے کر۔ ویسے تو میں بہت اچھا ہوں پر پڑھائی کے معاملے میں بہت سخت ہوں۔ آپ آج چھٹی بھی ہو گئی۔ آخر میں وہ مسکرائے

ان کے ہلکے پھلکے انداز پر جہاں آسیہ بیگم پر سکون ہوئی کہ ان کو برا نہیں لگا بلکہ انہوں نے بات سمجھی۔ اس طرح وقار صاحب کے لئے ان کے دل اور عزت بڑھ گئی۔

جبکہ جبور دھیمسا مسکرائی تھی۔ وہ خود بھی جانا چاہتی تھی کچھ دنوں کے لئے یہاں سے۔

ویسے آپ نے اب تک میرے بیٹے سے دوستی نہیں کی کر کے دیکھیں وہ اچھا دوست ثابت ہو گا۔ وہ کہتے ہوئے اٹھے چلیں شام میں ریڈی ہو جائیے گا میں اور آپ کی ماما آپ کو چھوڑنے جائیں گے۔ انہوں نے شام کا پرگراں بتایا

اچھا بھئی بیگم میں آفس جا رہا ہوں اپنا بہت خیال رکھئے گا۔ دو ٹائی م پر اور کھانا ہر ٹائی م کھائے گا۔ وہ شرارت سے بولتے اپنا بیگ لے باہر نکل گئے۔ ان کی شرارت کے پیچھے ان کی فکر اور محبت چھپی تھی۔ آسیہ بیگم ان کے اس طرح کہنے پر وہ بھی جبور کے سامنے جھنپ کر ہنسی تھیں

جبکہ جبور ان کا مسکراتا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ بابا کے انتقال کے بات وہ مرجھاسی گئی تھیں پر اب وہ خوش رہنے لگیں تھیں وجہ وقار صاحب تھے۔ نانی کا فیصلہ درست تھا اس نے دل میں سوچا تھا

وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ کبھی وہ عظیم صاحب کے گھر چلے جاتی کبھی نانو کے گھر ساتھ بیگ اور یونیفارم اور اگر گھر پر ہوتی تو اماں جی کے پاس ہوتی۔ ان کے ساتھ رہتے ہوئے وہ قرآن ترجمے سے پڑھ رہی تھی۔ نماز پہلے بھی پڑھتی تھی پر کوئی

کوئی نماز چھوڑ دیتی تھی پر اب باقاعدگی سے پانچوں نمازیں پڑھتی۔ اماں بھی اس سے بہت خوش تھیں اس نے ان کی بیٹی کی کمی پوری کر دی تھی

انعم تو بہت کم ان کے پاس آتی تھی اور آتی بھی تو مارے بندھے کچھ دیر بیٹھتی اور چلے جاتی۔ زید اکثر آجاتا تھا اور پھر اسکے ساتھ کھیلتا تھا۔ سارہ بیگم بھی کبھی ایک عاد چکر لگالیتیں۔ ہاں اظہار صاحب روز آتے یا پھر شرجیل۔ وہ جب تک رہتا وہ اپنے کمرے سے نہیں نکلتی تھی۔ وہ اماں بی کے کمرے میں آجاتا اس کی جب تک آواز آتی رہتی وہ کمرے سے نہیں نکلتی تھی۔ اماں بھی کے ساتھ والا کمرہ اس کا تھا۔ اجکل اسکے پیپر ہو رہے تھے اس وجہ سے اس تبدیلی کو کسی نے نوٹ نہیں کیا۔ پر اماں بی کو یہ تبدیلی شدت سے محسوس ہوئی۔ عصر کی نماز پڑھ کر وہ ان کے پاس آئی تو وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ وہ سلام کر کے ان کے نزدیک بیٹھ گئی۔ اسے دیکھ کر وہ مسکرائیں اور تسبیح سائیڈ پر رکھ کر اس پر پھونک ماری میری بچی اتنی مصروف ہو گئی کہ اپنی اماں بھی کے لئے بھی ٹائی م نہیں۔ انہوں نے پیار سے اس کا چہرہ چھو کر شکوہ کیا جو انہیں اپنی بیٹی کی یاد دلاتا تھا

ایسی بات نہیں اماں بی پیپر ہو رہے ہیں اس وجہ سے میرا زیادہ وقت پڑھائی میں گزر رہا ہے۔ اور میں اپکو ٹائی م نہیں دے پارہی اس نے انہیں بھرپور تسلی دی

تم کہتی ہو تو مان لیتی ہوں پر ایک بات میں نے نوٹ کی ہے کہ جب شرجیل آتا ہے تب تم کمرے میں بند ہو جاتی ہو۔ ویسے تو آ جاتی ہو۔۔۔ جیسے کہ اب آئی ہو۔

انہوں نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ جہاندیدہ خاتون تھیں اور جس طرح ان کی بات پر جبور کے چہرے کا رنگ اڑا اور وہ گھبرا گئی انہیں کسی گڑبڑ کا احساس ہوا تھا۔

بچے کوئی بات ہے تو تم مجھے بتا سکتی ہو۔ انہوں نے پیار سے کہتے اسے بولنے پر اکسایا

وہ پریشان ہو گئی کیا کرے بتائے یا نہ بتائے۔ کیا وہ یقین کریں گی اس کی بات پر؟ وہ گوگو کی کیفیت میں انہیں دیکھنے لگی۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے۔

بولو جو رکیا سچ میں کوئی ایسی بات ہے جو میری بچی کو پریشان کر رہی ہے۔ انہوں نے ایک بار پھر اسے بولنے کے لئے کہا اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی کمرے میں احزم تیزی سے داخل ہوا

اماں بی۔۔۔ وہ بولتے ہوئے جو رک کو دیکھ کر چپ ہوا جبکہ جو رک اسے دیکھ کر سنبھل کر بیٹھی اماں بی نے پکڑ کر اسے اپنی دوسری طرف بیٹھایا تو وہ جو رک کو غور سے دیکھنے لگا اسے لگا کہ وہ روئی ہے۔ سفید اور گلابی فراک میں وہ سیکے سے دوپٹہ اوڑھے ہوئے بیٹھی اسے بہت پیاری لگی بالکل معصوم۔ اس کی عمر میں لڑکیاں اس طرح دوپٹہ نہیں لیتیں تھیں۔ اس نے انعم آپ کو بھی بہت کم دوپٹے میں دیکھا تھا اور اگر ہوتا بھی تو یا گلے میں ہوتا یا شولڈر پر۔

پر جو رک اپنی عمر کی بچیوں سے زیادہ سمجھدار تھی اور کچھ اماں بی کی سنگت کا نتیجہ تھا

بولو میرے کیا بات ہے؟ ان کے بولنے پر وہ ہوش میں آیا

اماں بی میں اپنی آگے کی پڑھائی باہر جا کر مکمل کرنا چاہتا ہوں پر بابا مان نہیں رہے آپ پلیز سمجھائی میں انہیں کچھ سالوں کی بات ہے پتا بھی نہیں چلے گا اور یوں گزر جائیں گے۔ اس نے کہتے ہوئے چٹکی بجائی

اتنے وقت کے لیے اس سے دور ہونے کا سوچ کر ان کا دل ہولا

بیٹا اتنا ٹائی م تم ہم سے دور رہو گے پر ہم کیسے رہیں گے۔

لو میں بابا کو بول رہا ہوں اور آپ شروع ہو گئی ہیں۔ کتنے ہی بچے باہر پڑھنے جاتے ہیں۔ ان کے والدین بھی تو دل بڑا کر کے انہیں بھیجتے ہیں ان کے فیوچر کے لئے اور آپ سب کو پتا ہے مجھے کتنا شوق ہے باہر جا کر پڑھنے کا۔ میں نے کتنی محنت کی ہے اور اب جب جانے کی باری ہے تو آپ لوگ میرے ساتھ ایسا کر رہے ہیں۔ وہ نروٹھے پن سے بولتا آخر میں سینے پر ہاتھ باندھ گیا گویا ناراضگی کا اظہار کیا

اس کے انداز پر اماں بی اور جبور جو اسے دیکھ رہی تھی دونوں ہنس دیں
میں لطیفہ سن رہا ہوں جو اب دونوں ہنس رہی ہیں اس کی نظر جبور کے مسکراتے چہرے پر پڑی تو وہ تپ کر بولا
نہیں وہ تو بس بس ویسے ہی ہیں گڑبڑا کر بولی

ارے بچی کو کہا ڈانٹنے لگے خبردار سے کچھ کہا تو انہوں نے فوراً اسے اپنے ساتھ لگایا
ہاں بس سب مجھے کہیں پر میں کسی کو کچھ نہ بولوں اب کہ وہ چڑھی گیا

اماں بھی میری ہیں اور پیار اسے کر رہے ہیں
کلاسک اردو مشیریل

اچھا بھئی ناراض نہ ہو بات کرتی ہوں وقار سے انہوں نے اس کا ہاتھ تھام کر تسلی دی
سچ اماں بی وہ خوشی میں ان سے لپٹ گیا وہ تو اچھا ہوا وہ پہلے ہی ان سے الگ ہو گئی تھی
ایک بات تو بتائیں آپ یہ جبور مجھ سے بات کیوں نہیں کرتیں ناراض ہیں مجھ سے؟

وہ ان کے کان میں دھیمی آواز میں بولا

نہیں بچے وہ ایسی ہی ہے ہر کسی سے گھلت ملتی نہیں انہوں نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا

دادی پوتے کو راز و نیاز کرتے دیکھ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی

اچھا میں چلتی ہوں مجھے پڑھنا ہے کل پیپر ہے میرا۔

اوووو آپ کے پیپر ہو رہے ہیں۔ اس نے ہونٹوں کو گول

شیپ دیا اگر آپ کو میری مدد چاہیئے تو میں حاضر ہوں۔

اس نے دوستانہ لہجے میں کہا

نہیں شکریہ۔ وہ بول کر نکل گئی۔ شرجیل کی وجہ سے وہ اس سے بھی کترانے لگی تھی۔ اسکا اعتبار ختم ہو رہا تھا

اس کے پیپر ختم ہوئے تو پتا چلا گھر میں احزم کے جانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ احزم تو بہت خوش تھا۔ شرجیل بھی اکثر ہی چلا آتا اس دن کے بعد سے اس نے کوئی غلط حرکت نہیں کی تھی۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر تھا کہ جبور نے اسے کوئی موقع ہی نہیں دیا تھا۔

شروع میں احزم کا رویہ اس کی ماما کے ساتھ کھنچا کھنچا سا تھا پر اب وہ دیکھ رہی تھی کہ وہ اس سے کافی گھل مل گیا تھا صبح سے کئی بار اس نے انہیں ماما کہا تھا۔ وہ باہر آئی تو دیکھا لاؤنج میں گھر کے سب افراد موجود تھے بمعہ اظہار صاحب کی فمیلی۔ وہ جھجک کر روک گئی

ارے جبور بیٹا روک کیوں گئی آؤ یہاں آ جاؤں۔ وقار صاحب کی نظر اس پر پڑی تو اسے بلایا

سب بیٹھے تھے باتیں کر رہے تھے وہ واپس پلٹنے لگی۔ اس سے پہلے کہ وہ جاتی شرجیل نے اٹھ کر اسکا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ ہی بیٹھالیا۔

یہاں بیٹھے گی میری گڑیا میرے پاس۔ پریشان ہو رہی تھی ناکہ کہاں بیٹھوں۔ اس کے التفات پر سارہ بیگم نے ناک بھوں چڑایا جبکہ باقی بڑے مسکرائے تھے سب کو پتا تھا شرجیل اس سے پیار کرتا ہے خیال کرتا ہے اسکا۔

بھئی شرجیل تم میری بیٹی کو گڑیا نابلا یا کرو اس کا اتنا پیارا نام ہے جو ر مطلب مسرت خوشی اور کہاں گڑیا جو بے جان ہوتی ہے جیسے چلاؤ ویسے چلے۔ وقار صاحب نے اسے گڑیا کہنے سے منع کیا

بلکل انسان کو جس نام سے پکارو اسکا اثر اس کی شخصیت پر ضرور پڑتا ہے۔ اماں بی بھی بولیں

بھئی آپ لوگ کچھ بھی بولیں میرے لیے یہ بس گڑیا ہی ہے۔ اس نے کہتے ہوئے جو ر کے شولڈر پر ہاتھ رکھا جبکہ احزم کو اسکی بات پسند نہیں آئی وہ اک دم سنجیدہ ہو گیا

انعم نے ایک بے زار نظر ان پر ڈالی اور پہلے سے کر رہے کام یعنی موبائل میں مصروف ہو گئی زید بھی موبائل پر گیم کھیل رہا تھا۔ آسیہ بیگم کچن میں ڈنر کی تیار کروا رہی تھیں۔ اظہار صاحب اماں بی سے کچھ بات کرنے لگے۔ وقار صاحب احزم سے اس کی پیننگ کے مطابق پوچھنے لگے۔ سارہ بیگم اٹھ کر کچن کی جانب چل دی آخر انگلی کٹوا کر شہیدوں میں نام لکھوانا تھا کام سارا ہو چکا تھا بس ڈنر لگنا تھا۔ شرجیل جو ر کے شولڈر پر ہاتھ رکھے اپنی انگلیوں سے ہلکے ہلکے اس کے بازو دبا رہا تھا۔ جو ر کو یہ اچھا نہیں لگ رہا تھا وہ بولنا چاہتی تھی اسے خود سے دور کر دینا چاہتی پر اسکی آواز گھٹ کر رہ گئی۔ وہ اسکا ہاتھ جھٹک نہیں پار ہی تھی جو اسے سانپ کی طرح لگ رہا تھا جو اسے اپنے شکنجے میں کسرہا تھا۔ بے بسی کے مارے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے

وقار صاحب کی بات کرتے ہوئے نظر اس طرف گئی تو انھیں کچھ عجیب لگا جبور کے چہرے پر نا فہم سے تاثرات تھے جبکہ شرجیل بہت آرام سے بیٹھا تھا

جبور مجھے کچن سے پینے کا پانی لادیں۔ وقار صاحب نے اسے وہاں سے اٹھانے کیلئے کہا۔ وہ تو ویسے ہی تیار بیٹھی تھی اس قید سے رہائی کے لے۔ ان کی بات پر وہ فوراً اٹھی

جج جی انکل ابھی لائی۔ اس کے بعد وہ وہاں نہیں آئی پانی بھی ملازمہ کے ہاتھ بھیجا۔ کھانے کی ٹیبل پر اسے ناپا کر وقار صاحب نے اسکا پوچھا

جبور کھانا نہیں کھائی گی؟

اس کے سر میں درد تھا تو میں نے کھانا کمرے میں ہی دے دیا ابھی دوا دے کر آئی ہوں۔ آسیہ بیگم بولیں ہاں بھئی یہ تو ہونا تھا بچی دن رات بھلائے پڑھائی میں لگی ہوئی تھی۔ یہ اجکل کے بچے تو ہر چیز سر پر سوار کر لیتے ہیں۔ اماں بی کی بات پر انھوں نے سامنے بیٹھے شرجیل کو دیکھا جو مکمل کھانے میں گم تھا۔ کچھ تو تھا جو نظروں سے اوجھل تھا پر کیا؟

رات میں دونوں بھائی اماں بی کے کمرے میں بیٹھے ان سے باتیں کر رہے تھے یہ ان کا روز کا معمول تھا۔ کافی دیر بیٹھے رہنے کے بعد اظہار صاحب تو اٹھ گئے پر وقار صاحب وہی بیٹھے احزم کے اتنے دور جانے سے اب بھی تھوڑا پریشان تھے میری ایک بات مانو گے۔۔۔ احزم کے جانے سے پہلے اسکا نکاح جبور سے کر دیتے ہیں۔ اماں بی کی بات پر پہلے تو حیران ہوئے پھر بولے

اماں بی یہ آپ کیا بول رہی ہیں۔ ابھی وہ دونوں چھوٹے ہیں یہ بات کسی طور پر مناسب نہیں

مجھے تو اس میں کچھ غیر مناسب نہیں لگ رہا۔ اچھا ہے احزم کا دل و دماغ ایک ہی جانب رہے گا وہاں کا ماحول بہت کھلا ہوتا ہے میں نہیں چاہتی کہ وہ بہکے یا بھٹکے۔ اور ویسے بھی جو مجھے بہت پسند ہے۔ کہتے ہیں لڑکی کو دیکھنا ہو تو اس کی ماں کو دیکھوں اور ماشاء اللہ آسیہ لاکھوں میں ایک ہے کیسا سبب بخلا لائے گھر کو محبت کرنے والی ہے۔ سارہ کی طرح بالکل نہیں ہے مصنوعی سی انہوں نے ناک چڑائی

جیسی میری بہو اچھی اور سمجھدار ہے میں چاہتی ہوں کہ تمہاری بہو بھی ایسی ہی ہو۔ آخری بات پر وہ مسکرائیں
اماں بی آپ کی بات سر آنکھوں پر اور آپ کی یہ خواہش میں پوری بھی کروں گا پر دونوں بچوں کی رضامندی سے۔ ابھی آپ اس بات کو چھوڑ دیں آسیہ کے سامنے بھی زکرم کیجیئے گا۔ انہوں نے احترام اور محبت سے انہیں سمجھایا دل میں ڈر بھی تھا کہ وہ برانا مان جائیں

اور رہی احزم کی بات تو مجھے اپنی تربیت اور اپنے خون پر پورا بھروسہ ہے وہ کبھی ہمارا سر نہیں جھکائے گا۔
کہہ تو ٹھیک رہے ہو چلو اب جاؤ آرام کرو کافی ٹائی م ہو گیا ہے آسیہ نے کمرے میں گھسنے نہیں دینا۔ انہوں نے لیٹتے ہوئے کہا اور آنکھیں بند کر لیں

اماں بی۔۔ شب بخیر وہ ہنستے ہوئے بولے

کچھ دنوں بعد۔۔۔

احزم چلا گیا تھا و قار صاحب خود اسے چھوڑنے گئے تھے۔ اور ایک ہفتہ وہاں روکے تھے۔ کچھ دن سب اداس رہے اور پھر زندگی معمول پر آگئی کہ یہی زندگی کا اصول ہے وہ کسی کے جانے سے روکتی نہیں اسکا پیہہ چلتا رہتا ہے رکتا نہیں ان ہی دنوں جبور کارزلٹ بھی آگیا وہ بامشکل پاس ہوئی تھی۔ اتنے اسٹریس میں پاس ہونا بھی بڑی بات تھی۔ آسیہ بیگم کو بالکل اس کارزلٹ پسند نہیں آیا تھا انھوں نے وقار صاحب کو بولا کہ وہ اس کے لئے ٹیوٹر کا انتظام کریں۔ شرجیل کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے اپنی خدمات پیش کر دیں جب تک ٹیچر نہیں آتی وہ پڑھا دیا کرے گا۔ سارہ بیگم کو یہ بات پسند نہیں آئی پر اظہار صاحب بہت خوش تھے کہ انکا بیٹا ذمہ دار ہو گیا ہے وہ روز جبور کو کالج سے آنے کے بعد شام میں پڑھاتا تھا وہ جب تک وہاں ہوتا اماں بی ساتھ ہی ہوتیں تھیں وہ لوگ لالوچ میں بیٹھتے تھے۔ پر اس دن اماں بی کے رشتہ داروں میں کسی کا انتقال ہو گیا تو وہاں گئی ہوئی یں تھیں۔ آسیہ بیگم اپنے کمرے میں تھی اور جبور شرجیل کے ساتھ اکیلی تھی۔ وہ اندر سے ڈر رہی تھی وہ تو اس سے پڑھنا بھی نہیں چاہتی تھیں اس نے صاف منع کر دیا تھا آسیہ بیگم کو پر انہوں نے یہ بول کر اسے چپ کر وادیا کہ جب تک ٹیچر نہیں آتی تب تک پڑھ لو۔ تو وہ خاموش ہو گئی۔ کاش ہم اپنی بچیوں کو چپ نہیں بولنا سیکھائی یں اکثر بچیوں کو بولنے پر ڈانٹ دیا جاتا ہے کہ لڑکیاں زیادہ نہیں بولتیں۔

جبور کا دل انجانے خوف میں مبتلا ہو گیا تھا۔ وہ بامشکل اپنا ہوم ورک کر رہی تھی۔ شرجیل صوفے پر بیٹھا تھا جبکہ وہ نیچے کشن پر۔۔ بکس ٹیبل پر رکھیں تھیں اور وہ بھی اسی پر جھک کر اپنا کام کر رہی تھی۔ ایک دم شرجیل نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا اس نے گھبرا کر اسے دیکھا قلم ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا

تمہارے ہاتھ کتنے خوبصورت ہیں گڑیا۔ اس نے جبور کے ہاتھ کو بغور دیکھتے ہوئے کہا

بلکل نرم و ملائی م روئی جیسے۔۔ وہ بولتے ہوئے جبور کے ہاتھوں کو ہونٹوں تک لیا اور چوم لیا

حبور نے وحشت زدہ ہو کر اپنے ہاتھ کھینچے اور اٹھ کر اس سے دور ہوئی

ی ی یہ کیا کر رہے ہیں شرجیل بھائی؟ وہ اٹک اٹک کر بولی

تمہارے خیال میں کیا کر رہا ہوں میں؟ چہرے پر خباثت بھری مسکان لے اس نے پوچھا

وہ کم عمر تھی نادان اسے نہیں پتا ان سب چیزوں کا کہ اسے کیا بولنا ہے اور کیسے بولنا ہے۔ پروہ پھر بھی بولی۔

آپ یہ اچھا نہیں کر رہے۔۔۔ مم میں اماں بی کو بتلوں گی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے بول ہی دیا تاکہ وہ اپنی حرکتوں سے بعض آجائے

اس کی بات پر وہ قہقہہ مار کے ہنسا ”کیا بتائے گی میری گڑیا انہیں ہاں۔“ کہتے ہوئے اس نے حبور کا ہاتھ زور سے پکڑا اب کے چہرے اور لہجہ دونوں ہی سرد تھے۔ تکلیف اور خوف سے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے

کیا ہو رہا ہے یہاں؟ وقار صاحب کی آواز پر دونوں نے پلٹ کر دروازے کی سمت دیکھا جہاں وہ غصے میں کھڑے شرجیل کو دیکھ رہے تھے۔ حبور کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ جبکہ شرجیل نے جلدی سے حبور کا ہاتھ چھوڑا اور دور ہٹ کر سنبھل کر بولا

چاچو کچھ نہیں بس حبور ٹھیک سے کام نہیں کر رہی تھی تو میں نے ذرا ڈانٹ دیا اور یہ رونے لگی۔ وہ نارمل انداز میں بولا زرا جو چہرے پر گھبراہٹ آتی ہو

تمہیں کوئی ضرورت نہیں میری بیٹی کو ڈانٹنے کی۔۔۔ اور ہاتھ کیوں پکڑا تھا حبور کا؟ انھوں نے اسے اپنے ساتھ لگاتے

ہوئے پوچھا۔ چہرہ اب بے حد سنجیدہ تھا اس وقت وہ بیٹی کے باپ بن گئے تھے

وہ تو چاچو یہ ناراض ہو کر جا رہی تھی تو میں نے اس لئے ہاتھ پکڑ کر روکا تھا۔ ان کے چہرے پر چھائی گھمبیر سنجیدگی سے وہ اندر سے گھبراہٹا تھا پر جواب مسکرا کر ہی دیا

کل سے جبور کو پڑھانے ٹیچر آئی ہیں گیں۔ اب وہ ان سے ہی پڑھے گی۔ اور آئی ندہ میری بیٹی کا ہاتھ پکڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سمجھ گئے میری بات کو؟ آخری بات پر انہوں نے زور دے کر کہا

جی چاچو میں سمجھ گیا اب چلتا ہوں۔ وہ کہہ کر تیزی سے ان کے پاس سے گزر گیا

جبور بچے آپ فکر نہ کرو میں ہوں آپ کے ساتھ آپ کو کسی سے بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی بھی بات ہو آپ سب سے پہلے مجھے یا پھر اماں بی کو بتائیں بلکل نہیں چھپائی گی آپ ہم سے کوئی بات۔ آئی ندہ اگر شرجیل نے ہاتھ پکڑا یا تنگ کیا مجھے یا اماں بی کو بتانا ہے ماما کو نہیں آچھا۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی ان دنوں تو وہ پریشان ہو جاتی ہیں گی۔ آپ سمجھ رہی ہونا جو میں کہہ رہا ہوں؟ انہوں نے شفقت سے کہتے اس کے سر پر ہاتھ رکھا

اپنے آپ کو اکیلا مت سمجھنا میں ہمیشہ آپ کے ساتھ کھڑا ہوں۔ چلو اب سامان سمیٹو اور فریش ہو جا کر پھر ہم شام کی چائے پیتے ہیں۔ ٹھیک ہے۔ ان کی بات پر اس نے سر ہلایا تو وہ اس کا چہرہ دیکھنے لگے جہاں کچھ دیر پہلے خوف تھا پر اس وقت وہ کافی پرسکون دیکھ رہی تھی۔ مجھے جلد از جلد یہ بات اماں بی کے علم میں لانی ہو گی۔ وہ سوچتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب چل دیئے۔

کیا بول رہے ہو وقار۔ اماں بی کو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ ان کے اپنے گھر میں جبور کے ساتھ یہ سب ہو رہا تھا اور وہ لاعلم تھی اور یہ سب کرنے والا ان کا اپنا پوتا تھا۔ ان کو دھچکہ لگا تھا۔ دل میں ایک درد سا اٹھا

اماں بی آپ سوچ نہیں سکتیں میں نے خود کو کتنی مشکل سے روکا ورنہ تو میں مار مار کر شرجیل کا حشر کر دیتا۔ انہوں نے غصے سے مٹھیاں کھل بند کی

میں نے اکثر اخبار میں ہر اسمینٹ کے بارے میں پڑھا ہے۔ چائی لڈ ہر اسمیںٹ کے برے میں پڑھا ہے پر میری اپنی بیٹی کے ساتھ میرے اپنے گھر میں یہ ہوا ہے میں برداشت نہیں کر پا رہا ہوں اماں بی۔ وہ ضبط سے بولے

صبر کرو بیٹا یہ معاملہ غصے سے حل ہونے والا نہیں ہے۔ سارہ کو تم جانتے ہو وہ کبھی اپنے بیٹے کی غلطی نہیں مانے گی۔ الٹا ایک ہنگامہ کھڑا کر دے گی۔ تم فکر نہ کرو میں کوئی نا کوئی حل نکال لوں گی۔

اماں بی کیسے فکر مند نا ہوں اگر یہ بات آسیہ کو معلوم ہو گئی تو سوچا ہے کیا ہو گا اور

نہیں آسیہ کی حالت ایسی نہیں ہے کہ اسے کیسی بھی قسم کی ٹینشن دی جائے انہوں نے وقار صاحب کی بات کاٹ کر کہا جو بے حد پریشان تھے

مجھے کافی ٹائی م پہلے شک ہوا تھا شرجیل کے آتے ہی وہ کمرے میں بند ہو جاتی تھی میں نے بات بھی کی تھی جبور سے پر احزم کے جانے کے چکر میں یہ بات دب گئی۔ مجھے بڑا دکھ ہو رہا ہے بیٹا وہ اپنے گھر میں غیر محفوظ ہے۔ وہ نہایت رنجیدہ تھیں

اماں بی سب سنا لیں خود کو آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔ انہیں اب اماں بی کی بھی فکر ہوئی پر وہ بھی کیا کرتے یہ بات بھی ان کے علم میں لانی ضرور تھی

انہیں بھی شرجیل پر اس دن شک ہوا تھا اسلئے انہوں نے حبور کو بہانے سے وہاں سے ہٹایا تھا پھر انہوں نے اس دن حبور کی باتیں سنیں تھیں جو وہ آسیہ بیگم سے کر رہی تھی کڑی سے کڑی مل رہی تھی اور آج کے واقعے نے ان کے شک تصدیق بھی کر دی

بعض دفعہ ہمارے اپنوں کے بچے کچھ بھیڑیے نما لوگ چھپے ہوتے ہیں جن سے ہمارے بچوں کو زیادہ خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ کیونکہ ہمیں لگتا ہے کہ ہمارے بچے باہر غیر محفوظ ہیں پر اصل خطرہ ہی انہیں ان رشتوں میں چھپے بھڑیوں سے ہوتا ہے۔ ہمارے دین میں تو بہن بھائی یوں کے سمجھا رہے ہیں کہ ان کے بستر الگ کرنے کا حکم ہے پھر ہم کیوں کزنز اور ان رشتوں کو جو نامحرم ہیں اپنی بچیوں کو بتاتے نہیں کہ ان سے فاصلے پر رہیں اور نابیٹوں کو سیکھاتے ہیں کہ ہر بہن بیٹی کی عزت کریں کہ آپ بھی کسی بہن کے بھائی اور بیٹی کے باپ ہیں۔ سب دین سے دوری ہے۔ ہمارا معاشرہ کس سمت جا رہا ہے مجھے تو تباہی کے سوا کوئی نظر نہیں آ رہا۔ ہم اچھے اور مہنگے اسکولز میں بچوں کو پڑھا رہے ہیں پر تربیت کے نام پر کچھ نہیں سیکھا رہے۔ ہم ناکام ہو رہے ہیں بیٹا۔ اللہ کو کیا منہ دیکھائی یں گے روزِ محشر وہ کہتے ہوئے رو پڑیں

اماں بی پلیز یہ نا کریں۔ وہ انھیں خود سے لگاتے ہوئے بولے وہ خود بھی کافی دکھی ہو گئے تھے۔ یہ ایک کڑوی سچائی تھی جیسے پینا مشکل تھا بہت مشکل

□ □noissimrep ym tuohtiw tsap ypoc t'noD

□ آنکھوں کے دریچوں پہ □

از قلم ❖ افشاں کنول

اماں بی اب پہلے سے زیادہ جبور کا خیال رکھتیں تھیں۔ ویک اینڈ پر وہ عظیم صاحب کہ ہاں ہوتی ابراہیم کہ ساتھ ٹی م گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلتا تھا۔ وقار صاحب روز اس سے اسکے سارے دن کی روٹین پوچھتے۔ اس دن کے بعد سے شر جیل اس طرف آیا بھی نہیں تھا اس کے پیپر ہونے والے تھے وہ وہاں مصروف تھا۔ آسیہ بیگم کے ڈیلوری کے دن قریب تھے ان کے پاؤں پر کافی سو جن آگئی تھی اس وجہ سے وہ کمرے سے کم ہی نکلتیں تھیں۔ جبور بھی اب پڑھائی میں دل لگا رہی تھی۔

آج کافی دنوں بعد شر جیل کا اس طرف آنا ہوا تو اسے محسوس ہوا اماں بی اس سے پہلے کی طرح محبت اور گرمجوشی سے نہیں ملیں۔

“اماں بی آپ ناراض ہیں مجھ سے؟”

“ناراض نہیں غصہ ہوں تم پر، تمہیں ذرا شرم نہیں آتی جبور کے ساتھ وہ سب کرتے ہوئے ”وہ غصے میں بولیں

“آپ کیا کہہ رہی ہیں کیا، کیا ہے میں نے جبور کے ساتھ؟” وہ اک دم پریشان ہوا تھا پر پھر بھی ہمت کر کے بولا

“ہر اسماں کیا تم نے میری بچی کو، اپنی ہی گھر کی عزت پر نظر رکھی۔ تمہیں ذرا خوف نا آیا، ایک بہن کے بھائی ہو کر کیسے

کر سکتے ہو تم یہ؟۔۔ اور ڈھٹائی دیکھو الٹا پوچھ رہے ہو کیا کیا ہے میں نے؟ اماں بی غصے سے پھٹ پڑیں

ان کی بات سنتے شر جیل کا رنگ اڑا

“اماں بی آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔ وہ تو اس دن میں نے جبور کو بس ڈانٹا تھا چاچو پتا نہیں کیا سمجھے۔” اس نے صفائی دینی چاہی

“اماں بی”۔ اس نے چہرے پر ہاتھ رکھے انہیں حیرانی سے دیکھا

”آج کے بعد تم حبور کے ارد گرد بھی دیکھے تو مجھ سے برا کوئی ناہو گا۔ وہ تو وقار کو میں نے روک لیا ورنہ وہ تمہارا حشر کر دیتا۔ آئی ندہ ایسی حرکت کی تو شر جیل کو میں خود بتوں گی اور تم اپنے باپ کے غصے سے اچھی طرح واقف ہو، دو منٹ میں تمہیں باہر نکال کھڑا کرے گا۔“ انہوں نے اسے تنبیہ کی تھی

جبکہ غصہ اور اہانت کے احساس سے اسکا چہرہ تپ اٹھا

تھا۔“حبور کی وجہ سے آج اماں بی نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا، چھوڑوں گا نہیں میں اسے۔”اسے اماں بی کا تھپڑ یاد رہا پر اپنی غلطی بھول گیا

بچہ ایک عمارت کی طرح ہے اور والدین اس کے ستون اگر ستون ہی مضبوط ناہو تو عمارت ڈھے جاتی ہے۔

ایمان، اخلاق، تمیز، تہذیب، کردار ایک ایک چھت پڑتی ہے اور والدین کی توجہ ملکر اسے تعمیر کرتے ہیں اور انسان ایک خوبصورت عمارت میں ڈھل جاتا ہے

سارہ بیگم اپنی دیگر سرگرمیوں کی وجہ سے گھر پر کم توجہ دیتیں تھیں۔ بچے کیا کر رہے ہیں ان کے دوست کون اور کیسے ہیں وہ کچھ نہیں دیکھتی تھیں۔ اظہار صاحب بزنس بڑھانے میں لگے رہتے تھے۔ ایسے میں شرجیل کے اندر برائی یاں پیدا ہونا شروع ہو گئی اور ان کی غفلت نے اسے بڑھوا دیا۔ باقی کی کٹرانٹریٹ کے بے ہودا مواد نے پوری کر دی۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔۔۔

ترجمہ۔۔ کیا ان لوگوں نے قرآن پر غور نہیں کیا، یاد لو پر ان کے قفل چڑھے ہوئے ہیں؟ (سورہ محمد آیت 24)

ہم اپنے بچوں کو بچپن سے قرآن اور احادیث ترجمے اور تفسیر سے نہیں پڑھاتے اور نماز کی پابندی کرواتے ہیں۔ حالانکہ نماز کے معاملے میں سختی تک کا حکم دیا گیا ہے اگر بچہ نماز نا پڑھے تو۔ نماز ہمیں برائی یوں سے روکتی ہے۔ کاش ہمارے والدین اچھا پہنانے، کھلانے اور اسکولوں میں پڑھانے کے ساتھ اچھی تربیت پر بھی زور دیں۔ تاکہ ہمارا معاشرہ جن برائی یوں کی طرف جا رہا ہے اس سے بچ جائے، کاش اے کاش

دوپہر میں آسیہ بیگم کی طبیعت بگڑی تو اماں بی انھیں سارہ بیگم کے ساتھ اسپتال لے گئی راستے میں وقار صاحب کو بھی کال کر دی۔ جبور کے پاس انعم اور زید کو چھوڑ دیا تھا۔ جبور نماز ادا کر کے دعا کر رہی تھی۔ اماں بی اس سے بول گئی تھیں کہ وہ لوگ اس کی بہن لینے جا رہے ہیں بس وہ دعا کرے۔ سب اچھا ہو۔ مغرب کے وقت وقار صاحب کی کال آئی ”مبارک ہو بچے آپ کی بہن آئی ہے۔“ انہوں نے اسے بتا کر اور اسکی خیریت پوچھ کر کال کٹ کر دی تھی اس خبر پر وہ بے پناہ خوش تھی اب وہ اکیلی نہیں تھی اس کی بہن آگئی تھیں اس کے پاس۔

”اچھا بھئی اب میں چلتی ہوں، آج میری دوست کا برتھ ڈے ہے اور مجھے آٹھ بجے تک وہاں پہنچنا ہے۔ تمہارے ساتھ زیدھے اور مئی سے میری بات ہوئی ہے وہ بھی آجائیں گی جلد اماں بی کے ساتھ۔۔۔ تمہیں کوئی مسیٰ لہ تو نہیں ہوگا؟“ انعم نے پوچھا تو جبور اسے دیکھنے لگی، وہ جانا چاہ رہی تھی تو جبور کیسے اسے روک سکتی تھی

”آپ چلی جائیں انعم آپ مجھے کوئی مسیٰ لہ نہیں، زیدھے نامیرے پاس، کیوں بھئی؟“ اس نے زید کو دیکھا
”بلکل آپ میرے ہوتے آپ کو زرا بھی ڈر نہی لگے گا۔“ اس نے آواز کو بھاری کر کے بولا تو جبور اور انعم ہنس دیں۔ وہ سات سال کا تھا پر کافی سمجھدار تھا۔ جبور کی کافی بنتی تھی زید سے وہ اکثر فری ٹائی م میں جبور کے ساتھ ہوتا تھا۔
”چلو میں چلتی ہوں تیاری بھی کرنی ہے۔“ وہ کہہ کر چلی گئی

آپنی سچ میں آپ کے گھر پری آئی ہے؟ پھر وہ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر ملازمہ نے کھانا لگنے کا بولا تو وہ دونوں کھانا کھانے چلے گئے۔ ڈرائیور آکر اسپتال بھی کھانا لے گیا تھا۔ اماں بی نے کال کر کے کھانے کی ہدایت دی تھی ملازمہ کو۔ اس کے بعد میڈ جبور کو بتا کر اپنے کواٹر چلی گئی تھی۔ زید کو نیند آنے لگی تو جبور اسے لیکر اپنے کمرے میں آگئی نو بج رہے تھے پر ابھی تک اماں بی نہیں آئی تھیں۔ جبور نے وضو کر کے نماز کی نیت باندھ لی۔

جس وقت شرجیل وقار صاحب کے گھر میں داخل ہوا سناٹے نے اسکا استقبال کیا۔ سارہ بیگم آچکیں تھیں۔ انہوں نے کہا کہ اماں بی بھی آگئی ہوں گی دونوں آگے پیچھے ہی نکلیں تھیں اپنے اپنے ڈرائیوروں کے ساتھ، وہ جا کر زید کو لے آئے۔ شرجیل اس دن کے بعد سے آج آیا تھا وہاں۔ وہ سیدھے جبور کے کمرے میں گیا۔ جبور نے دعا مانگ کر جا ۶ نماز پڑھی اور سائیڈ کارنر پر اسے رکھ کر پلٹی تو سامنے شرجیل کو دیکھ ڈر گئی

”شر جیل بھائی آپ میرے کمرے میں کیا کر رہے۔“

”بہت دنوں سے اپنی گڑیا کو نادیکھانا اس سے کھیلا، تو سوچا آج موقع ملا ہے تو کیوں نا اسکا فئی دہ اٹھاؤں۔“ وہ بولتا ہوا اس کے قریب آگیا۔ جبور دوہی قدم دور ہوئی تو دیوار سے جا لگی۔ بظاہر تو وہ مسکرا رہا تھا پر آنکھوں میں چھائی وحشت اسے کے چہرے پر عجیب تاثر دے رہی تھی

جس سے جبور خوفزدہ ہو رہی تھی۔ جبکہ اسکا یہ ڈر اور خوف سے کھلی آنکھوں میں آنسو اسے مزہ دے گئے۔

”نانا میری گڑیا۔۔۔ رونا نہیں تم تو بہت بہادر ہو، کتنی بہادری سے تم نے اماں بی کو سب کچھ بتایا تھا۔“ وہ اسکا منہ پکڑتا اپنا چہرہ اسکے نزدیک لایا تو جبور کی چیخ نکل گئی

”آواز بند“ اس نے غرا کر کہا ”تمہارا تو میں وہ حشر کروں گا کہ تم ہمیشہ یاد رکھو گی۔“ اس نے جبور کا ہاتھ زور سے پکڑ کر موڑا تو وہ تکلیف سے رونے لگی

”میں نے کیا کہا، سنائی نہیں دیا۔۔۔ آواز بالکل بند۔“ اس نے ہاتھ چھوڑ کر اسکا منہ پکڑ کر زور سے جھٹکا تو توازن برقرار نہ رکھ پائی اور گر گئی۔ شر جیل بھی پنجنوں کے بل اسکے قریب بیٹھا۔ اس سے پہلے کے وہ اسکا دوپٹہ اتار پھینکتا پیچھے سے زید کی آواز آئی

”بھائی آپ۔۔۔ یہ آپنی کو کیا ہوا، وہ نیچے کیا کر رہی ہیں؟“

وہ شاید شور سے جاگا تھا آنکھوں میں اب بھی نیند تھی

”کچھ نہیں، تمہاری آپنی گرگئی تو میں اسے اٹھا رہا ہوں۔“ اس نے مسکرا کر زید سے کہا اور سختی سے اسکا بازو پکڑ کر اسے کھڑا کیا

”اووو۔۔۔ تبھی آپنی رورہی ہیں۔“ وہ لیٹے سے اٹھ بیٹھا

”وہ سہی ہے۔ چلو می آگئی ہیں ہیں بلارہی ہیں تمہیں۔“

اس نے کہتے ساتھ ہی اسے گود میں اٹھا لیا پر جاتے ہوئے اسے غصے سے دیکھنا نہ بھولا۔ یہ تنبیہ تھی اسکے لئے کہ وہ کسی کو کچھ نابولے

اس کے جاتے ہی جبور نے دروازہ لاک کیا اور بیڈ پر گر کر رونے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اسکا دروازہ دو تین بار بجا پر وہ ویسے ہی پڑی روتی رہی۔

CLASSIC URDU MATERIAL

اگلے دن آسیہ بیگم گھر آگئیں تو گھر میں ایک دم رونق ہو گئی، اماں بی بیچی کا نام اپنی بیٹی کے نام پر صوفیہ رکھا جسے سب پیار سے صوفی کہتے تھے۔ جبور کل ہوئے واقعہ کو کسی سے کہہ ناپائی۔ سب خوش تھے اور وہ سب سے زیادہ خوش۔

”مامیہ کتنی پیاری ہے۔“ اس نے پیار سے صوفی کے پھولے ہوئے گلابی گال چھوئے تو صوفی نے منہ بسورا۔ وہ اسے دیکھ کر خوش ہو رہی تھی اور بار بار یہی بات کہہ رہی تھی

”بالکل جس کی بہن بڑی اتنی پیاری ہو، اس کی چھوٹی بہن ضرور پیاری ہوگی۔“ آسیہ بیگم کی بات پر اس نے صوفی کے

رخسار دھرے سے چومے

”جبور یار اب مجھے بھی دے دو صوفی کو کب سے خود ہی گود میں لے کر بیٹھی ہوئی ہوں۔“ ابراہیم جو کافی دیر پہلے نبیلا بیگم کے ساتھ آیا تھا ان کے گھر آیا تھا اور کافی دیر سے جبور کی گود سے صوفی کو لینے کی کوشش کر چکا تھا

”لے لو مگر احتیاط سے۔۔۔۔۔ ابھی چھوٹی ہے گرامت دینا۔“ اس کی بات پر ابراہیم چڑھ گیا

”بول تو ایسے رہی ہو جسے خود اماں دادی ہو۔“

”اچھا بھئی جھگڑا مت کرو لاؤں مجھے دو۔“ نبیلا بیگم نے جبور کی گود سے صوفی کو لے کر احتیاط سے ابراہیم کی گود میں دیا اور آسیہ بیگم سے بولیں

”آسیہ تمہاری امی نہیں آئیں؟“

”بھابھی ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔۔۔۔۔ کل ہسپتال بھی بس تھوڑی دیر کے لئے ہی آئی تھیں پھر چلی گئیں۔“ ان کے پوچھنے پر آسیہ بیگم نے جواب دیا

”ملازمہ ان کا ٹھیک سے خیال رکھ رہی ہے نا؟“ نبیلا بیگم نے ایک نظر ابراہیم پر ڈال کر آسیہ بیگم سے پوچھا۔ ابراہیم

چھوٹی صوفی کو گود میں لے لے اس سے باتیں کر رہا تھا اور وہ بھی ٹکڑ ٹکڑ سے دیکھ رہی تھی جبکہ جبور ان دونوں کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی

”جی بھابی۔۔۔ ملازمہ کے علاوہ بھائی نے امی کے لئے ایک نرس بھی رکھوا دی ہے جو فل ٹائم ان کے ساتھ ہوتی ہے۔“ ان کی بات پر نبیلا بیگم نے سر ہلایا ان کا دھیان بچوں پہ تھا کہیں وہ صوفی کو گرانا دیں۔ وہ چھوٹی تھی اور ان کو اتنے چھوٹے بچے کو لینے کی عادت نہیں تھی

”لو بھئی آسیہ یہ یخنی پیو میں نے خاص اپنے سامنے کھڑے ہو کر بنوائی ہے۔“ اماں بھی کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولیں اور ملازمہ کو اشارہ کیا کہ ٹرے ان کے پاس رکھے

انہوں نے ٹرے ملازمہ سے لے لی اور آہستہ آہستہ گرم یخنی پینے لگیں۔ اماں بی سامنے صوفے پر جا کر بیٹھ گئیں اور بولیں

”ابھی تھوڑی دیر پہلے میری احزم سے بات ہوئی ہے، بہت خوش وہ۔“

”جی رات کو ویڈیو کال آئی تھی۔۔۔ صوفی کو دیکھ کر بہت خوش ہو رہا تھا۔۔۔ کافی دیر بعد ہوئی ہماری۔۔۔ وقار سے کافی ساری پکس منگوائیں ہیں اس نے۔“ وہ بولتے ہوئے ساتھ یخنی بھی پی رہیں تھیں

”ممی یہ بہت پیاری ہے۔۔۔ کیا میں اسے اپنے ساتھ گھر لے چلوں؟“ ابراہیم کی بات پر وہاں سب بیٹھے ہنس پڑے

”جی نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔ تمہیں اگر ملنا ہو تو یہی آنا ہو گا۔“ کسی کے بولنے سے پہلے وہ جھٹ سے بولی اور احتیاط سے اس کی گود سے صوفی کو لے لیا

”جو ر میری بہن اور دوست تم بھول گئیں مجھے اپنی بہن کے آتے ہی۔“ اسے جیسے صدمہ ہوا۔ سب بڑے ان دونوں کو دیکھنے لگے

”جس طرح میں تمہاری بہن اور دوست ہوں، اسی طرح اب میں صوفی کی بڑی بہن ہوں۔۔۔ اور اس کا خیال کرنا میری ذمہ داری۔۔۔ وہ ابھی چھوٹی ہے ماما کے بغیر رہ نہیں سکتی جب وہ بڑی ہو جائے تو تم اسے لے جانا مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔“ اس نے جلدی سے کہا کہ ابراہیم کو برا ہی نہ لگ جائے۔ اسے ابراہیم بھی عزیز تھا

”دیکھ لو مکر جانا۔۔۔ پھر پلٹ کر صوفی کو بولا“ جب آپ بڑی ہو جاؤ گی تو میں آپ کو لے جاؤں گا آپ کی بہن نے کہہ دیا ہے یاد رکھنا۔ ” اس کی بات پر سب ہنس پڑے

اس سے پہلے کے کے جبور جواب میں کچھ کہہ دیتی سامنے سارہ بیگم انعم اور زید چلے آئے

”آپی میں آگیا پری سے ملنے“ زید نے چہکتی آواز میں کہا پھر سب دوسری باتوں میں لگ گئے

کچھ دنوں بعد۔۔۔۔۔

وہ دن بھی عام دنوں جیسا تھا مگر کچھ تو تھا اس دن میں۔ جیسے کچھ ہونے والا تھا، کوئی طوفان چپکے سے ان کی زندگیوں میں شامل ہونے والا تھا جس سے ان کی زندگیاں بکھر جاتیں

”صوفی ابھی تک نہیں اٹھی؟“ اماں بی نے آسیہ بیگم سے پوچھا جو انہیں چائے دے رہیں تھیں

”اٹھی تھی، میں نے فیڈ کروایا تو پھر سو گئی بالکل بھی جبور پر نہیں گئی ہے یہ۔۔۔ وہ چاہتی تھی کہ ہر کوئی اس کے ساتھ کھیلے اور ایک یہ ہے بس سونا سونا۔“

”لو یہ تو اچھی بات ہے ورنہ تو عموماً بچے بہت روتے اور تنگ کرتے ہیں۔“ اماں بی نے انہیں جھنجھلاتے دیکھ کر کہا

”یہ احزم پر پڑی ہے وہ بھی اپنے بچپن میں ایسا ہی تھا۔۔۔ وہ بولیں رہی تھیں کہ موبائل کی رنگ ٹون بجنے لگی

”اسلام علیکم وقار خیریت۔۔۔ جی کیا بول رہے ہیں؟ ٹھیک ہے میں اماں بی کے ساتھ آرہی ہوں۔“ انہوں نے بول کر کال

کاٹی

“اماں بی۔۔ امی کی کافی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔۔ وقار نے بولا ہے کہ میں آپکو لے کر گھر پہنچوں۔ شاید نرس نے میرے بجائے ان کو کال کر دی۔ میں زرا صوفی اور اسکا بیگ لے آؤں آپ ریڈی ہو جائیں۔” وہ عجلت میں بولتیں کمرے سے نکل گئیں

“إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّـَّ إِلَـٰهِنَـَّ لَـَّاحِدٌ۔۔ اللہ میری بچی کو صبر دینا۔” انہوں نے زرب کہا۔ وہ سمجھ گئی تھیں

کہ ان کی والدہ اب نہیں رہیں۔ ورنہ وقار صاحب ان کو ہسپتال بولاتے۔ گھر بولیا وہ بھی ان کے ساتھ۔ انہوں نے لمبی سانس کھنچی اور کمرے سے باہر نکل گئیں

“ابراہیم اچھا میں چلتی ہوں، دیکھو میرے ڈرائیور آگیا ہے۔” جبور نے سامنے کھڑی کار کی طرف اشارہ کیا

“چلو ٹھیک ہے میں کل آؤں گا یاد رکھنا۔ بہت دن ہو گئے صوفی سے ملے ہوئے پھر ہم دونوں مل کے بہت سارا اس کے ساتھ کھیلیں گے بہت مزہ آئے گا۔” ابراہیم نے بھی اپنے کار کو دیکھتے ہوئے کہا

“ٹھیک ہے اللہ حافظ۔” جبور کہتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گئی

وہ گھر میں آئی تو ملازمہ لاؤنج میں ہی کھڑی تھی شاید اسکا ہی انتظار کر رہی تھی

“بی بی! آپ کی نانی کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔۔ اماں بی اور بڑی بی بی وہاں گئی ہیں۔۔ ڈرائیور کو صاحب کال کر رہے تھے پر فون نہیں لگا۔ ابھی میری ان سے بات ہوئی ہے۔۔ آپ چینیج کر لو اور لنچ کر لو میں ڈرائیور کو بولتی ہوں کہ وہ آپ کو وہاں لے جائے گا۔” ملازمہ نے جلدی جلدی بتایا

”او۔۔۔ وہ سن کر پریشان ہو گئی۔ آپ لُچ رہے ہیں میں بس چہنچ کروں گی۔۔۔ آپ ڈرائی یور انکل کو بول دیں۔“ اب کھانا کھا کھایا جاتا۔ اس کا دل تو ویسے ہی صبح سے پریشان تھا۔ شاید یہی وجہ تھی وہ سوچتی اپنے کمرے میں چل دی

ملازمہ نے ڈرائی یور کو کہا تو اس نے دیکھا، اس کا فون بند تھا اس نے اپنا فون اون کیا۔ اور وقار صاحب کو کال کی سلام کے بعد بولا

”صاحب معافی چاہتا ہوں فون بند تھا پتا نہیں چلا۔“ وہ شرمندہ سا بولا

”کوئی بات نہیں ہو جاتا ہے، تم حبور کو لو اور یہاں آ جاؤں۔“ وقار صاحب کی بات سن کر ڈرائی یور بولا

”صاحب صبح سے میری بچی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ مجھے بی بی کو چھوڑ کر اس کی دوائے نے جانا تھا۔“ وہ ہچکچا کر بولا

”اچھا ایسا کرو تم پہلے دوائے آؤ پھر حبور کو یہاں چھوڑ جانا۔ بھابھی بھی یہاں آگئی ہیں ورنہ حبور ان کے ساتھ آ جاتی۔“

”جی ٹھیک ہے آپ فکرنا کریں۔“ ڈرائی یور نے انہیں تسلی دی

ڈرائی یور نے دروازے پر دیکھا تو چوکیدار نہیں تھا شاید وہ کھانا کھانے گیا تھا۔ اس نے خود ہی گیٹ کھولا اور گاڑی باہر نکالی اور عجلت میں سہی سے گیٹ بند نہیں کر سکا۔

شر جیل کے دوست نے اسے گلی کے کونے پر چھوڑا تو وہ پیدل چلتا اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ اس کے پیپر ہو رہے تھے تو وہ کل سے اپنے دوست کے گھر تھا جہاں سب دوست کنبائی ن پڑھ رہے تھے۔ وہ وقار صاحب کے گھر کے قریب پہنچا تو ان کے گیٹ کو دیکھا جو ٹھیک سے بند نہیں تھا اسے حیرانی ہوئی۔ ویسے تو اس علاقے میں کسی قسم کا خطرہ نہیں تھا کیونکہ یہاں

کی سیکورٹی بہت اچھی تھی۔ وہ گیٹ کھول کر اندر آیا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ اندر گھر میں آ گیا۔ اس دن کے بعد سے وہ آج آ رہا تھا۔ گھر کے اندر بھی کوئی نہیں تھا۔ ایک دم جبور کے کمرے سے کسی چیز کے گرنے کی آواز آئی تو وہ اس کے کمرے کی طرف چل دیا۔ کمرے کا دروازہ ادھ کھلا تھا۔

جبور بغیر دوپٹے کے کھڑی تھی۔ ورنہ وہ اپنے گرد اچھے سے دوپٹہ لیتی تھی۔ اس کی جسامت بھاری تھی جس وجہ سے وہ اپنی عمر کی لڑکیوں کے مقابلے میں بڑی لگتی تھی۔ اس وجہ سے اماں بی نے اسکو کہا تھا کہ وہ اچھے سے اپنے گرد دوپٹہ لے کر رکھا کرے کہ یہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ پر آج وہ اس محافظ کے بغیر تھی اور شیطان کی نظر میں آگئی تھی۔

”چھوڑیں نثر جیل بھائی!! مجھے۔۔۔۔۔ ماما۔۔۔“ وہ زور سے چیخی اور مزاحمت کی کوشش کی تو نثر جیل نے زوردار تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔ تھپڑ کی وجہ سے ایک پل کو اسکا دماغ سن ہوا۔

”کوئی بھی مشکل یا پریشانی درپیش ہو تو، اللہ اکبر پڑھنا مطلب اللہ سب سے بڑا ہے۔۔ یہ پڑھنے سے تم ہر مشکل اور پریشانی سے نکل آؤ گی یاد رکھنا۔“ اسے ایک دم ہی اماں بی کی بات یاد آئی

”اللہ اکبر!“ جبور نے زور سے کہا۔۔ ایک دم ہی اس کا سر شرجیل کے سینے پر زور سے لگا۔ وہ کراہ کر اس سے دور ہوا بس وہی لمحہ تھا وہ تیزی سے اٹھی اور باہر کی طرف بھاگی۔

”اللہ اکبر۔۔ اللہ اکبر۔“ اس کے منہ سے مسلسل یہی الفاظ نکل رہے تھے۔ مین گیٹ کھلا تھا وہ ڈر اور بدحواسی میں اظہار صاحب کے کے پوریشن میں جانے کے بجائے باہر نکل گئی۔ تیزی سے بھاگتی جس وقت وہ باہر نکلی چوکیدار اور اور ملازمہ جو اسکی بیوی بھی تھی نے اسے دیکھ لیا۔ وہ دونوں بھی پریشان ہو کر اسکے پیچھے بھاگے۔ شر جیل انھیں دیکھ کر رک گیا اور جلدی سے سائیڈ پر چھپ گیا۔

”حبور بی بی رک جائیں۔“ ان دونوں نے اسے آوازیں دیں پر وہ حواس میں ہوتی تو سنتی۔

شر جیل ان کے نکلتے ہی تیزی سے باہر نکلا۔ اور جلدی جلدی باہر کی طرف دوڑا، اسے اب ڈر تھا کہ کوئی اسے دیکھ نالے۔ وہ باہر آیا اور آگے جا کر گلی میں مڑ گیا۔ اسے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔

حبور پوری رفتار سے دوڑتی جا رہی تھی بدحواسی میں وہ سامنے سے آتی کار نادیکھ سکی۔ کار والے نے بریک لگایا تھا پر دیر ہو گئی وہ اچانک ہی سامنے آئی تھی۔ کار سے ٹکرا کر وہ دور جا کر گری۔

*****-----*****

”یا اللہ! یہ کیسی آزمائش ہے۔۔۔ میری امی نہیں رہیں اور اندر میری بیٹی موت سے لڑ رہی ہے۔۔۔“ وہ کہہ کر رونے لگیں

”صبر میرے بچے، اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ اماں بی بی نے اپنے آنسوؤں صاف کرتے ہوئے انھیں صبر کی تلقین کی

”اماں بی بی میں نے جان کر کبھی کسی کو تکلیف نہیں دی، کبھی کیسی کا برا کرنا تو دور۔۔ میں نے تو برا سوچا بھی نہیں۔۔۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ! کی اچھی بندی بننے کی کوشش کی ہے۔۔ پر اماں بی مجھ سے صبر نہیں ہو رہا، میری بچی تکلیف میں ہے۔۔ یہ سوچ سوچ کے میری جان نکل رہی ہے۔۔ ایسا لگ۔۔ لگتا ہے کہ میری آنتیں اندر سے کوئی مڑوڑ رہا ہے۔“ وہ بولتے ہوئے ہانپ گئی ہیں۔ آنسو مسلسل ان کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

ان کی حالت پر اماں بی کا کٹ کر رہ گیا۔ وہ تو خود تکلیف میں تھیں، ایک بار پھر ان کی بچی ان سے دور جا رہی تھی۔ اظہار صاحب تیزی سے آئی سی یو کے سامنے کھڑے وقار صاحب کی طرف آئے تھے۔

”وقار فکرنا کرو، ان شاء اللہ! سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔ میں نے خون جمع کروادیا ہے۔“ انہوں نے انہیں تسلی دی۔

”بھائی صاحب دو گھنٹے ہو چکے ہیں، ڈاکٹر کچھ بتا کیوں نہیں رہے۔۔۔ کس حال میں ہے میری بچی؟“ وہ ضبط سے سرخ پڑتی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولے

”بس دعا کرو، اسکے علاوہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔۔۔ اور پلیز جا کر بھابھی کو سنبھالو۔۔۔ صوفی کی فکرنا کرنا اسے عظیم بھائی لے گئے ہیں۔“ انہوں نے کہا

وقار صاحب جا کر آسیہ بیگم کے پاس بیٹھ گئے اور ان کا ہاتھ تھام لیا تو انہوں نے اپنا سر ان کے کندھے پر رکھ لیا۔ وہ دونوں سن رہے تھے اماں بی بول رہی تھیں

”ایک ماں اپنے بچے کو زرا بھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔۔۔ وہ روکیں۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے سترمٹوں سے بڑھ کر محبت کرتا ہے۔ یقین رکھو جب تکلیف اس کی طرف سے آئی ہے تو شفا بھی وہی دے گا۔۔۔ وہ اپنے بندے کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتا۔ میرے بچو۔“

وہ دونوں بھائی اس وقت ڈاکٹر کے روم میں بیٹھے تھے

”میری بات آپ لوگو کو صبر سے سننا ہوگی۔۔۔۔“

حبور کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ ”ان کی بات پر وقار صاحب کے چہرے کا رنگ اڑ گیا جبکہ وہ بول رہے تھے

”بچی کا بازو اور ٹانگ فریکچر ہوئے ہیں۔۔۔ کمر پر بھی چوٹ آئی ہے۔۔۔ سر پر اوپری چوٹ ہے پر اندورنی چوٹ شکر ہے کوئی نہیں پر۔۔۔ وہ روکے

”وہ ہوش میں کب آئے گی؟“ وقار صاحب نے پوچھا آواز کانپ رہی تھی انہیں لگ رہا تھا کہ وہ ضرور کوئی بری خبر دینے والے تھے۔ ان کی بات پر کمرے میں چند پل کی خاموشی چھا گئی۔

”وہ کومہ میں چلی گئی ہے، ہوش میں کب تک آتی ہے معلوم نہیں۔۔۔ شاید ایک دن۔۔۔ ایک ہفتہ یا پھر مہینہ یا سال۔۔۔ کچھ بول نہیں سکتے۔۔۔ پر ایک بات جو آپ کو بتانا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ان کے سات زبردستی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔۔۔“ وہ اور بھی کچھ بول رہے تھے پر وقار صاحب کو بس ان کے ہلتے ہونٹ نظر آرہے تھے۔ اپنے چاروں طرف انہیں سناٹا محسوس ہونے لگا

”وقار کچھ تو بولو۔“ ان کو گم صم دیکھ کر اظہار صاحب نے انہیں پکڑ کر جھنجھوڑ دیا

”بھائی صاحب میری بچی۔۔۔“ وہ بولتے ہی انکے گلے لگ کر رو پڑے۔۔۔“ میں اپنی بچی کی حفاظت نا کر سکا۔“

وقار صاحب نے اماں بی کو اظہار صاحب کے ساتھ گھر بھیج دیا تھا۔ وہ حبور کی حالت کے بارے میں اماں بی کے سامنے بات نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس وقت وہ ان دونوں کو سنبھالنے کی حالت میں نہیں تھے۔ انہوں نے جب آسیہ بیگم کو حبور کی

حالت کے بارے میں بتایا تو ان کی حالت بگڑ گئی۔ وقار صاحب نے ان کو زیادتی والی بات نہیں بتائی تھی اور اچھا ہی کیا تھا۔

انہوں نے اظہار صاحب کے ساتھ مل کر خود سب سے پوچھ گچھ کی تھی۔ پر کچھ خاص پتانا چل سکا۔ وقار صاحب کا پہلا شک ثر جیل کی طرف گیا تھا۔ پر وہ گھر پر تھا ہی نہیں۔

زید کی کافی طبیعت خراب تھی اسے دو دن سے شدید بخار تھا۔ اس حادثے کا اثر ابراہیم پر بھی ہوا تھا پر زید نے زیادہ ہی لے لیا تھا۔

6 ماہ بعد۔۔۔۔۔

جبور کو مہ سے باہر آگئی تھی پر وہ کسی سے بات نہیں کر رہی تھی۔ آسیہ بیگم اس کی حالت پر چھپ چھپ کے روتی تھیں۔ اس کی ٹانگ اور بازو کا پلستر اتار چکا تھا۔ زخم بھی ٹھیک تھے۔ پر روح پر لگے زخم کا کیا؟ اظہار صاحب اس حادثے کے ایک ماہ بعد ہی انگلینڈ شفٹ ہو گئے تھے اپنی پوری فیملی کے ساتھ۔ اماں بی کی اب طبیعت ٹھیک نہیں رہتی تھی۔ ابراہیم اسکول سے سیدھا وہی آتا تھا پھر سارا دن جبور کے ساتھ ہوتا۔ کبھی باتیں کرتا کبھی کہانیاں سناتا۔ ایسی طرح ایک سال گزر گیا۔

ایک رات اماں بی ایسا سوئی ہیں کہ پھر ناٹھ سکیں۔ یہ غم بہت بڑا تھا۔ جبور کا بھی سکتہ ٹوٹا تھا اور وہ ان کی میت پر بہت روئی تھی اتنا کہ اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ احزم بھی آیا تھا اور اظہار صاحب بھی سارہ بیگم کے ساتھ آئے تھے ہر کوئی غمگین تھا۔ انسان چلا جاتا ہے پر دنیا اور اسکے کام نہیں رکتے۔ ہک ہا انسان کی حقیقت آج مرے کل دوسرا دن بس۔۔

اظہار صاحب سوئی م کے اگلے روز چلے گئے تھے کہ بچے وہاں اکلے تھے۔ احزم کو اگلے ہفتے جانا تھا۔

احزم جبور کو دیکھ کر کافی فکر مند ہوا تھا۔ وہ پہلے سے کمزور ہو گئی تھی۔ چہرہ ایسا جیسے برسوں کی بیمار۔ آسیہ بیگم نے اسے تسلی دے دی تھی کہ کچھ دنوں پہلے اسکا ایکسیڈنٹ ہوا تھا چھوٹا سا پر اب وہ بہتر ہے۔ وہ سن کر پریشان ہوا تھا اور اس کے پاس جا کر کافی دفعہ بات کرنی چاہی پر وہ بات نہیں کرتی تھی۔ پھر وہ چلا گیا۔

وقار صاحب جبور سے چاہا کہ بھی پوچھنا سکے کہ اس دن گھر میں کون آیا تھا؟ اور آسیہ بیگم کو بھی منع کر دیا تھا۔ کچھ بھی پوچھنے کو۔ کیونکہ ایک دفعہ بات کرنے پر اسکی حالت خراب ہو گئی تھی۔

دو سال لگے تھے اسے نارمل ہونے میں۔ اس کا پھر سے اسکول اسٹارٹ ہوا تو اس وقت ابراہیم کالج میں تھا۔ صوفی اور ابراہیم زیادہ تر اس کے ساتھ ہوتے تھے۔ صوفی اس کے بغیر رہتی نہیں تھی۔ جبور نے گلز کالج میں ایڈمیشن لیا تھا۔ وہ ابراہیم اور وقار صاحب کے علاوہ کسی مرد سے بات نہیں کرتی تھی۔ یونی میں ایڈمیشن کی بات آئی تو اسنے آگے پڑھنے سے انکار کر دیا۔ یہاں بھی ابراہیم نے ایک بھائی اور دوست ہونے کا حق ادا کیا اور جبور کے ساتھ پھر سے ایڈمیشن لیا۔ وہ ہمیشہ اس کے ساتھ کھڑا رہا۔

وہ سو رہی تھی کہ کسی نے اسے زور زور سے ہلایا۔

”یا الہی کیا ہو گیا؟ جبور گھبرا کر اٹھ بیٹھی

”آپی جلدی چلیں نیچے میرے ساتھ۔“ صوفی نے اسے ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا

”ارے صبر تو کرو لڑکی گراؤ گی کیا۔“ وہ ایک دم سے کھڑی ہوئی تو لڑکھڑا گئی۔ آج اسکا آخری پیپر تھا۔ ڈنر کے بعد وہ جلد ہی سونے لیٹ گئی تھی۔

”نہیں گرتیں آپ، فکرنا کریں میں آپ کے ساتھ ہوں۔۔۔“ صوفی نے اسے دوپٹہ دیا اور سیلپر اسی کے پیرو کے قریب کئے

”بس ایک یہی ڈر ہے۔۔۔ کہ تم ساتھ ہو۔“ اس نے کہہ کر دوپٹہ سہی سے اپنے گرد لیا اور سیلپر پیرو میں ڈال اس کے ساتھ ہولی اس کی بات پر صوفی نے منہ بسورا

”اب بتا بھی دو کیا بات ہے؟؟ اس نے صوفی سے ایک بار پھر پوچھا۔

”پہلے آپ آنکھیں بند کریں۔“ اس نے جبور کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا

”اچھا اور آنکھیں بند کر کے نیچے اترؤں اور گرجاؤں۔۔۔۔۔ واہ۔“ اس نے اسکا ہاتھ ہٹایا

”آپی پلیز۔“

”اچھا بھئی۔۔۔“ اس نے آنکھیں بند کی تو وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر آرام آرام سے نیچے اترنے لگی۔ لاؤنج میں آکر اسکا ہاتھ چھوڑا

”سرپرائی ز۔۔۔“ اس کے بولنے پر جبور نے جلدی سے آنکھیں کھولیں

”اما۔۔۔“ وہ بھاگ کر ان کے گلے جا لگی۔ اتنے دنوں بعد انھیں دیکھ وہ جزباتی ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے

”آرام سے میرے بچے۔۔۔ خوشی میں مجھے گرامت دینا۔“ انہوں ہنس کر کہا۔ وہ پھر بھی ان کے گلے لگی رہی۔

”جبور بچے ہم سے نہیں ملو گی۔“ ابراہیم صاحب کی آواز پر وہ ان سے الگ ہوئی اور اپنی چہرہ صاف کر کے ان کی طرف پلٹی

”السلام علیکم۔۔“ وہ ان کے نزدیک آ کر تھوڑا جھک کر بولی

”وعلیکم السلام۔۔ کیسی ہے میری بیٹی؟؟ ان کا وہی انداز تھا ہمیشہ والا پر شفقت نرم لہجہ۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا

”جی! ٹھیک ہوں۔۔ آپ کیسے ہیں؟؟“ وہ دھیمے سا بولی۔ اسنے سامنے کھڑے احزم کو نہیں دیکھا تھا پر وہ اسے ہی دیکھ رہا

تھا جب سے وہ نیچے آئی تھی۔ سادے سے سرخ لباس میں الجھی بکھرے بالوں کو دوپٹے کے اندر کئے ہوئے تھی پر پھر

بھی کچھ لٹیں چہرے کو بوسہ دے رہیں تھیں۔ آنکھوں میں کچی نیند کے بعض سرخ ڈورے تیر رہے تھے

”احزم نے خیال رکھا آپکا، تنگ۔۔ تو نہیں کیا؟“ انہوں نے احزم کو دیکھتے ہوئے تنگ پر زور دے کر کہا تو احزم نے

گڑبڑا کر انہیں دیکھا۔ وہ دیکھ چکے تھے اسکا جبور کو ٹکٹی باندھے دیکھنا

بابا! ”یہ بات آپ مجھ سے پوچھیں۔۔“ صوفی نے جھٹ بول کر ان کے کندھے پر اپنا سر رکھا

”بونى بطن۔۔ تمہیں کون تنگ کر سکتا ہے الما تم سب کو پریشان کرتی ہو۔“ احزم نے اسے گھور کر کہا

”دیکھیں بابا۔۔ یہ پھر مجھے بونى بطن بول رہے ہیں“ وہ ناک چڑا کر بولی اور منہ بسور حسبِ عادت۔

ان کی نوک جھونک پر وہ تینوں ہنسے لگے۔ پھر کافی دیروہیں بیٹھے وہ لوگ باتیں کرتے رہیں۔ رات کے دو سے پہراٹھکروہ

لوگ اپنے اپنے کمروں کی جانب چل دیئے

”وقار ہمارا فیصلہ بالکل ٹھیک تھا، آپ نے دیکھا حبور کو۔۔۔ ماشاء اللہ۔۔۔ اس کے چہرے پر کتنی رونق آگئی ہے۔۔۔“

آسیہ بیگم ان کے ساتھ بیٹھتے ہوئے بولیں

”شوہر کی محبت اور توجہ ہی اصل میں عورت کا سنگھار ہوتا ہے۔۔۔ اسی سنگھار سے وہ نکھرتی سنورتی ہے۔۔۔ شوہر کی محبت سے وہ ایک پھول کی طرح کھل جاتی ہے۔ اور اگر یہ ناملے تو ڈالی سے ٹوٹ مٹی میں مٹی ہو جاتی ہے۔ ایک شوہر پر بیوی کی بہت بھاری ذمہ داری ہوتی ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے

”بیویوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔“ (سورۃ النساء آیت نمبر ۱۹)

ایک اور حدیث میں ہے ”تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہو“

(ترمذی الرضا، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها)

میں نے مفتی تقی عثمانی صاحب کی کتاب۔۔۔ اصلاحی خطبات میں پڑھا تھا۔۔۔ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول صہ تو حقوق کی ادائیگی کی اتنی تاکید فرما رہے ہیں۔ لیکن ہمارا یہ حال ہے کہ ہم اپنی عورتوں کے پورے حقوق ادا کرنے کو تیار نہیں۔ یہ سب کم ناپنے اور تولنے کے اندر داخل ہوتا ہے اور شرعاً حرام ہے۔ وہ بول کر خاموش ہوئے اور انہیں دیکھ کر مسکرائے

”بس اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقوق کی ادائیگی کی توفیق دے۔“ آسیہ بیگم نے کہا

”امین“ پھر وہ ساتھ بولے

”میں نے اپنے رب کے حضور وہاں اپنے بچوں کیلئے بہت دعائیں کی ہیں۔“ آسیہ بیگم بولیں

”میں نے بھی۔“ وقار صاحب بھی بولے

ان لوگوں کو آئے ہوئے ایک ہفتہ ہو چکا تھا تب سے ہی یا تو کوئی ان سے ملنے آ جاتا یا پھر وہ کہیں جا رہے ہوتے۔ صوفی بور ہو رہی تھی تو احزم نے آؤ ٹنگ کا پروگرام بنالیا اور ابراہیم کو بھی کال کر دی۔ وہ لوگ ابراہیم کے گھر کے باہر اسکا ویٹ کر رہے تھے۔

”بھائی کو کیا ضرورت تھی ان کو بلانے کی۔“ سامنے سے آتے ابراہیم کو دیکھ کر وہ جبور کے کان میں بولی

”کیوں بھئی۔۔۔ اتنا توج کے بینڈ سیم ہے میرا بھائی۔ لڑکیاں مرتی ہیں اس پر اور ایک تم ہو بس اس سے چڑی رہتی ہو۔“ وہ بھی ابراہیم کو دیکھتے ہوئے بولی۔ جس نے بلیو جینز پر وائی ٹی شرٹ پہنی تھی اور اوپر بلیو کوٹ پہن رکھا تھا۔ بال اسٹال سے اوپر کی طرف جیل سے سیٹ کر رکھے تھے۔ اس کے چہرے پر ہمیشہ ایک مسکراہٹ رہتی تھی جس سے سامنے والے کو اسکا چہرہ اور خوبصورت لگتا۔

”جب دیکھوں مجھے دیکھ سنجیدہ ہو جاتے ہیں (مطلب رومینٹک) جو مجھے ذرا اچھا نہیں لگتا۔ اس نے منہ بسورا

اس سے پہلے کہ جبور کچھ بولتی وہ خشبوؤں میں بسا ان کے قریب پہنچا اور ڈور کھول کر اندر بیٹھ کر سلام کیا

ان تینوں نے سلام کا جواب دیا ”ہاں بھئی کہاں چلنے کا پروگرام ہے؟؟“ احزم نے پلٹ کر ان دونوں سے پوچھا۔ وہ ڈرائی یونگ سیٹ پر تھا۔ اس نے بلیک جینز پر بلیک اینڈ وائی ٹی چیک والی شرٹ پہن رکھی تھی۔ جبور کی نظریں اس کی نظروں سے ملیں تو وہ ایک پل ان میں کھو گئی۔

”میرا بھائی بھی کسی سے کم نہیں، لوگ تو انہیں دیکھ۔۔۔ کھو ہی جاتے ہیں۔“ اس نے شرارت سے بول کر اسے چٹکی کاٹی ”سی“ وہ فوراً ہوش میں آئی اور نظریں نیچے کر لیں

وہ بول تو آہستہ رہی تھی پر اتنا بھی نہیں آگے بیٹھے ان دونوں نے آرام سے سنا تھا۔ احزم کے چہرے پر بھرپور مسکراہٹ آئی تھی جبکہ ابراہیم نے میرر میں اپنی پیاری سی بیوی کو پیار بھری نظروں سے دیکھا

”بھائی پہلے سی سائیڈ پھر اچھی سی جگہ ڈنر، ٹھیک ہے نا آپ؟“ اس نے جبور سے تائی ید چاہی

”جس میں میری بہن خوش۔“ جبور نے کہہ کر اسے دیکھا

”میری پیاری آپ۔“ وہ بول کر اسکے گلے لگ گئی۔ احزم نے اسکی حرکت پر ہنستے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی۔

بھرپور شام گزار کر انہوں نے ابراہیم کو گھر چھوڑا اور خود واپس آگئے۔

جس وقت وہ تینوں اندر داخل ہوئے صوفی آگے تھی اور احزم اور جبور ساتھ چل رہے تھے۔ صوفی تو تیزی سے آگے بڑھ گئی پر جبور کے قدموں نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا اس نے دھل کر آگے جاتے احزم کا ہاتھ تھامتا تھا تو احزم نے پلٹ کر حیرانگی سے پہلے اسکے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیکھا اور پھر اسکا چہرہ جو لٹھے کی طرح سفید ہو رہا تھا

تایا ابو! صوفی کی آواز پر اس نے وحشت زدہ ہو کر سامنے دیکھا۔ جسے وہ برا خواب سمجھ کر بھولی بیٹھی تھی وہ بھیانک حقیقت بن کر اسکے سامنے آگیا تھا۔

”کیسی ہے میری گڑیا؟؟“ شر جیل کی آواز تھی یا کوئی صور پھونکا تھا۔ اس پل اس پر ایک قیامت آکر گزری۔ اور سب کچھ ختم ہوتا محسوس ہوا۔

جبور! احزم نے تیزی سے گرتے اسکے وجود کو اپنی باہوں میں تھاماتھا

وہ احزم کی بانہوں میں جھول گئی تھی۔ اگر وہ اسے بروقت ناتھام لیتا تو زمین بوس ہو جاتی۔ اس نے کسی متاع حیات کی طرح اسے سمیٹ لیا۔

”کیا ہوا جبور کو؟“ سب سے پہلے وقار صاحب اسکے قریب آئے تھے

”پتا نہیں، آپ ڈاکٹر کو کال کریں میں انہیں کمرے میں لیکر جا رہا ہوں۔“ وہ بولتا تیزی سے سب کے سامنے سے گزرتے زینے چڑ گیا۔ آسیہ بیگم اور صوفی بھی پریشان سی اس کے پیچھے ہی چل دیں۔ شرجیل نے چبتی نظروں سے یہ منظر دیکھاتھا ۔ اظہار صاحب وقار صاحب کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ اور ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ جو ڈاکٹر کو کال کر رہے تھے

”ایک تو یہ لڑکی اور اسکے ڈرامے۔۔۔ جب یہاں سے گئے تب بھی اسکا یہی حال تھا سب کو اپنے پیچھے لگا رکھا تھا اب بھی یہی حال ہے۔“ وہ نخوت سے کہتی صوفی پر گم صوم سی بیٹھی انعم کے پاس ہی بیٹھ گئی

ڈاکٹر کے ساتھ احزم بھی روم سے باہر نکلا۔۔

”ڈاکٹر صاحب سب ٹھیک ہے۔۔۔ وہ بے ہوش کیوں ہو گئی ہیں تمہیں؟؟“ وہ اس کی طبیعت کو لیکر کافی فکر مند ہو گیا تھا

بی بی لو ہو گیا تھا ان کا اور دوسرا وہ کسی ذہنی دباؤ میں بھی ہیں۔۔۔ ویسے فکر کی بات نہیں ہے میں نے انجیکشن دیا ہے وہ صبح تک بہتر محسوس کریں گی۔ انہیں کچھ کھیلا کر جو میں نے دوا لکھی ہے وہ دے دیجئے گا۔“ ڈاکٹر نے پروفیشنل انداز میں

اسے تسلی دی تو وہ انہیں باہر چھوڑنے چل دیا۔ جبکہ دماغ میں ڈاکٹر کی بات گردش کر رہی تھی۔ صبح اسنے جبور سے اس سلسلے میں لازمی بات کرنی تھی

ان لوگوں کے لئے آسپہ بیگم نے گیسٹ روم کھلوادئیے تھے کہ انکا پورشن ابھی صاف نہیں تھا۔ ویسے تو آسپہ بیگم ہر ہفتے ملازموں سے انکا پورشن اپنے سامنے صاف کرواتیں تھیں پر وہ یہاں نہیں تھیں تو انکے پورشن کی صفائی نہیں ہو سکی تھی

*****-----*****

کتنا حسین منظر تھا اوپر نیلا آسمان چاروں طرف سبزے سے لدھے درخت اور ہر طرف رنگ برنگی پھول جس کی خوشبو اتنی دلفریب تھی کہ اس نے آج تک ویسی خوشبو نہیں سونگھی تھی۔ سامنے جھرنابہہ رہا تھا اور ارد گرد خوبصورت پرندوں کی آوازیں جو کانوں کو بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ نرم سبز گھاس پر سفید رنگ کے لباس میں اماں بی بیٹھیں تھیں اور وہ ان کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔

CLASSIC URDU MATERIAL

”پریشان ہے میری بچی؟“ انہوں نے آہستہ سے اسکے بالوں پر ہاتھ پہر کر پوچھا تو وہ انکا چہرہ دیکھنے لگی جو دوپٹے کے ہالے میں کس قدر پر نور لگ رہا تھا۔ ان چہرے پر ایک خوبصورت مسکان تھی

”اماں بی ڈر لگ رہا ہے۔۔۔ کیا کروں میں؟ خود کو کس قدر کمزور محسوس کر رہی ہوں؟“ وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔۔۔ آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر ان کی گود میں کہیں گم ہو گیا

”اپنوں کے ہوتے ہوئے کیسا ڈر میری بچی۔۔۔ تم کبھی کمزور نہیں ہو سکتیں۔ بے شک جسمانی لحاظ سے تم کمزور ہو پر ایمان کی طاقت اور کردار کی مضبوطی تمہارے بڑے ہتھیار ہیں۔۔۔ کبھی ہمت ناہار نا اور نا بھولنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں نائب تنہا

چھوڑا تھا اور ناب چھوڑے گا۔ بس تم اسکی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ ڈرنا مت، ڈٹ کر ہر مشکل کا مقابلہ کرو اکیلی نہیں ہو تم۔ ”انہوں نے بول کر جھک کے اسکا ماتھا چوما تو سوئی ہوئی جبور کی ایک دم آنکھ کھل گئی۔

”اماں بی!“ سرگوشی سا اس کے منہ سے نکلا۔ وہ اپنے کمرے میں تھی اور ساتھ ہی صوفی سو رہی تھی۔ وہ ایک بار پھر اس خواب کو سوچنے لگی۔ کافی عرصے بعد اس نے اماں بی کو دیکھا تھا اور اس کو حوصلہ ہوا تھا۔

*****-----*****

وہ فریش ہو کر باہر آئی تو دیکھا صوفی بیڈ پر نہیں تھی اور آسیہ بیگم ٹیبل پر ناشتہ رکھ رہیں تھیں۔ اسے دیکھا تو مسکرائی یں

”کیسی طبیعت ہے میری بچی کی؟“ انہوں نے ماتھے پر آئے اسکے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے پیار سے پوچھا

”میں ٹھیک ہوں ماما آپ پریشان نا ہوں۔“ اس نے ان کا ہاتھ پکڑ کر تسلی دی

”ہاں۔۔ معلوم ہے کتنا ٹھیک ہو، چلو یہ سب کھانا ہے تمہیں۔۔ ذرا جو خود کا خیال رکھتی ہو تم۔“ انہوں نے اسے ڈپٹا اور صوفے پر بیٹھا کر اس کے ہاتھ میں جو س کا گلاس دیا۔ اور ساتھ ماجرین لگا تو س بھی پکڑیا۔ تو وہ چپ چاپ کھانے اور پینے لگی۔ اسنے تو س کھایا تو بوائی ل ایگ دیا

”اماں!“ اس نے احتجاج کیا

”خاموش کر کے یہ سب کھاؤ۔“ انہوں نے اسے آنکھیں دیکھائی

”کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟“ احزم نے دروازہ پر کھڑے ہو کر پوچھا

”ارے آؤ احزم اپنی بیوی کو ناشتہ کرواؤ، میں ذرا نیچے کچن دیکھ لوں۔۔۔ صوفی کو بھیجا ہے وہاں پتا نہیں کیا حال کر رہی ہوگی میرے کچن کا۔ وہ اٹھ کر کہتی اسکے پاس سے ہو کر باہر نکل گئی یں جبکہ بیوی والی بات پر احزم مسکرایا تھا اور جبور کے گال تمتماگئے تھے

”ہاں بھئی بیگم صاحبہ کیا حال ہیں؟؟“ وہ شرارت سے بولتا اسکے قریب ہی بیٹھ گیا تو وہ جھنپ کر جلدی سے جوس کا گلاس لبوں سے لگا گئی

”اب تو طبیعت کافی بہتر لگ رہی ہے۔۔۔ پھر گلا کھنکھار کر بولا

میری یہ خواہش ہے کہ میں آپکے شوہر سے زیادہ دوست بن کر رہوں جس سے آپ دل کی ہر بات کر سکیں۔۔۔۔۔ کل جب ڈاکٹر نے بتایا کہ آپ کسی ذہنی دباؤ میں ہو تو یقین کریں مجھے خود پر غصہ آیا میں آپ سے کس قدر غافل ہوں۔۔۔“ وہ بغور اسکا چہرہ دیکھتے بول رہا تھا لہجے میں افسردگی بھی شامل تھی

اسکی بات پر وہ بھی اسکا چہرہ دیکھنے لگی اور کچھ دھندلا سا منظر اسے نظر آنے لگا۔۔۔ اماں بی کے انتقال کے بعد وقار صاحب اسکے کمرے میں آئے تھے اسے آج بھی یاد ہے

جبور اس دن گھر میں کون آیا اور کیا ہوا اس بارے میں، میں نے جب بھی بات کرنی چاہی آپ کی طبیعت بگڑ گئی اور آج بھی اس بارے میں آپ بات نہیں کرتیں۔۔۔ انہوں نے اسے دیکھا تو وہ سر جھکائے اپنے ہاتھ مسل رہی تھی وہ پھر سے گویا ہوئے

”آپ کے اکسیڈینٹ کے بارے میں ہی سب جانتے ہیں باقی کچھ بھی کسی کو نہیں معلوم اور میں چاہتا ہوں کہ یہ بات آپ کے اور میرے درمیان رہے۔۔۔۔۔ آپ اس بارے میں کیسی سے بھی کچھ نہیں کہیں گیں۔ آپ کی ماما کو اگر پتا چلا تو وہ برداشت نہیں کر سکیں گیں۔ اور میں بھی نہیں چاہتا کہ میری بیٹی کے بارے میں کوئی بھی غلط بات کرے۔ تو وعدہ کریں مجھ سے۔“ وہ بول کر اسے دیکھنے لگے

”میں وعدہ کرتی ہوں۔۔۔“ وہ روتے ہوئے بولی تو وقار صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا

”جبور آپ سن رہی ہیں۔۔۔ احزم کے پکارنے پر وہ ایک دم حال میں لوٹی

جی۔۔۔ سن رہی ہوں وہ جلدی سے سنبھل کر بیٹھی

”کوئی بات آپ کو پریشان کر رہی تو آپ مجھے بتا سکتی ہیں۔“

”نہیں ایسی کوئی بھی بات نہیں ہے، پتا نہیں ڈاکٹر نے ایسا کیوں بولا۔“ اس نے اپنے تاثرات نارمل رکھے ورنہ اندر سے وہ گھبرا رہی تھی

”چلیں آپ کہتی ہیں تو مان لیتا ہوں چلیں جلدی سے سب ختم کریں پھر دوا بھی لینی ہے۔“ وہ مسکرایا تو وہ بھی مسکرا دی۔

”ایسی کون سی بات ہے جو جبور کو پریشان کیئے ہوئے ہے اور وہ بتا نہیں پارہی۔۔۔ پر کیوں؟؟“ وہ اس کا چہرہ دیکھتے سوچ رہا تھا

دن کا کھانا اس نے کمرے میں ہی کھایا تھا۔ اظہار صاحب اور سارہ بیگم اس کی طبیعت پوچھنے اس کے کمرے میں آئے تھے ان کے ساتھ نہیں تھی کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ زید کا پوچھنے پر پتا چلا کہ اس کے پیپر ہو رہے تھے اس وجہ سے وہ ایک ہفتے

بعد آئے گا۔ اور شر جیل کے وہاں نا آنے پر اس نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا۔ سارا دن کوئی نا کوئی اسکے پاس آتا رہا۔ ابراہیم کو بتانے سے اس نے منع کر دیا تھا۔ خوا مخواں وہ سب بی پریشان ہوتے۔ رات کا کھانا بھی اسنے کمرے میں کھایا اور صوفی کو اسنے اسکے کمرے میں بھیج دیا تھا۔ وضو کر کے نماز ادا کی اور سونے کی تیاری کرنے لگی۔ دو صوفی اپنے سامنے کھیلا کر گئی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر اسنے پلٹ کر دیکھا شر جیل اندر آ کر دروازہ بند کر رہا تھا۔ اسکا دل ایک دم سے دھک سا رہ گیا۔

”آپ اس وقت میرے روم میں کیا کر رہے ہیں؟“ ایک پل کو وہ ڈری تھی پر دوسرے لمحے اماں بی کی خواب میں کی گئی بات یاد آئی تو وہ پرسکون ہو گئی۔ اور مضبوط لہجے میں پوچھا۔

شر جیل اسکا پر اعتماد انداز دیکھتا حیران ہوا کہ جس طرح وہ رات اسکو دیکھتی بے ہوش ہوئی تھی اور آج سارا دن کمرے میں بند رہی وہ سمجھ رہا تھا کہ اب بھی اسے دیکھ ڈر جائے گی۔

”حیران مت ہوں۔۔۔۔۔ وہ تو مجھے ہونا چاہیئے کہ وہ سب کر کے بھی آپ یہاں کس منہ سے کھڑے ہیں۔؟“ جبور وہ پر زور دے کر بولی۔۔۔۔۔ اور جہاں تک میرے بے ہوش ہونے کی بات ہے، اب میں اس شوک سے نکل آئی ہوں۔“

”اوووو میری گڑیا کو تو بولنا آ گیا ہے۔۔۔۔۔ اس نے اسے سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ ورنہ پہلے میں بولتا تھا اور تم سنتی تھیں، بھولی تو نہیں ہوگی تم وہ سب۔“ شر جیل کے کمینگی سے کہنے پر جبور نے غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچیں تھیں پر جب بولی تو لہجہ ہموار تھا

بعض لوگو کو دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کی بدولت ان سے ہدایت کی توفیق چھین لی۔۔۔ اور آپ ان میں سے ایک ہیں۔۔۔ میں سوچ رہی تھی کہ آپ بدل گئے ہونگے اپنے کئے پر شرمندہ ہونگے پر سچ ہے شیطان تاقیامت شیطان ہی رہے گا۔ آخر میں اس کے لہجے میں حقارت تھی۔

”بکو اس بند کرو سمجھی۔“ اس نے آگ بگولہ ہو کر اسکا بازو دبوا ایسا کرنے سے وہ اسکے نزدیک ہو گئی تھی
”اپنے ہاتھ ہٹاؤ۔“ جبور نے ایک نظر سامنے کھڑے شخص کو دیکھا اور پھر اپنے بازو کو جو اس کی گرفت میں تھا۔
”ناہٹاؤں تو کیا کرو گی۔؟“

”تو میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔“ جبور نے اسے دھکے سے خود سے دور کیا اور غصہ سے بولی۔

”اب میں وہ چھوٹی ڈری سہمی تم سے خوفزدہ ہونے والی جبور نہیں ہوں سمجھے۔“

”ہاں معلوم ہے۔ بڑی ہو گئی ہو اور خوبصورت بھی“ یہ کہتے ہوئے اس کی چہرے پر شیطانی مسکراہٹ تھی

”اپنی بکو اس بند کرو۔ اور میرے کمرے سے دفع ہو جلاؤ ورنہ چیخ چیخ کر سب کو جمع کر لوں گی اور تمہارا یہ گند اچہرہ سب کو دیکھاؤں گی۔“ جبور نے نفرت اور غصہ سے کہا

”ابھی کے لئے تو جارہا ہوں۔ پر تم سے دوری اب برداشت نہیں ہو گی۔ پھر آؤں گا جانِ من“۔ خباثت سے کہتا وہ اس کے کمرے سے نکل گیا۔ اس کے نکلنے ہی جبور نے دروازہ بند کیا۔ اور چلتی ہوئی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

”مجھے انکل سے بات کرنی ہوگی اور یہ سب روکنا ہے مجھے، اب میں ان کی نہیں سنوں گی۔“ وہ خود سے عہد کرتی بستر پر دراز ہوگئی

* * * * *

احزم اپنے روم سے باہر نکلا تو جبور کے کمرے سے نکلتے شرجیل کو دیکھ حیران ہوا اور تیزی سے نیچے اترتے اسکے ہمقدم ہوا۔ ایک شوہر ہونے کے ناتے اسکا حق تھا کہ وہ جانے کہ وہ اتنی رات کو جبور کے کمرے میں کیوں گئے تھے

“ارے احزم تم اس وقت یہاں؟ میں تو سمجھ رہا تھا کہ تم سو چکے ہو گے ورنہ تمہارے پاس آجاتا۔” وہ فریہنگی بولا جیسے وہ ہمیشہ احزم سے بات کرتا تھا۔

”آپ شاید ڈنر کے بعد باہر چلے گئے تھے۔ مجھے آفس کا کام کرنا تھا اسلئے اپنے کمرے میں چلا گیا۔۔۔ ابھی کوئی بنانے باہر آیا تو آپ جبور کے کمرے سے باہر نکل رہے تھے۔“ وہ بول کر انکا چہرہ دیکھنے لگا

”در اصل میں اسکی طبیعت پوچھنے گیا تھا۔“ اسنے بول کر احزم کو کھوجتی نظروں سے دیکھا جو اسے نارمل ہی لگا

”آپ کو نہیں لگتا کیسی کی طبیعت پوچھنے کے لئے اس وقت اسکے کمرے میں جانا ٹھیک نہیں۔ بلکہ غیر مناسب ہے۔“ وہ

دونوں بازو سینے پر باندھے کھڑا ان سے کہہ رہا تھا۔ اس کی بات سن کر شر جیل مسکرایا تھا

”تمہیں شاید برا لگا ہے، بھئی تمہاری بیگم ہونے سے پہلے وہ میری دوست اور گڑیا ہے۔۔۔۔ تم تو یہاں تھے نہیں تمہیں کیا پتا۔۔۔۔۔ پر ایک بات بتادوں۔۔۔ اسنے احزم کے کندھے پر ہاتھ رکھا، تمہیں بے شک برا لگا ہو پر میری گڑیا کو بالکل برا نہیں لگا۔“ وہ بول کر اپنے کمرے کی طرف چل دیا پر احزم کی آواز پر رکننا پڑا

”شر جیل بھائی! بے شک میں یہاں نہیں تھا اور نامیری ان سے دوستی رہی پر میں جبور کو آپ سے زیادہ جانتا ہوں۔۔۔۔۔ مجھے پکا یقین ہے کہ انھیں آپکا اتنی رات، انکے روم میں آنا اچھا نہیں لگا ہوگا۔۔۔ اور نا مجھے اچھا لگا ہے تو آئی بندہ احتیاط کجئے گا۔“ وہ بول کر روکا نہیں تھا۔ اور اسکی بات میں واضح تنبیہ پر اسنے پلٹ کر جاتے ہوئے احزم کو دیکھا تھا

*****-----*****

اگلے دن وقار صاحب سے بات کرنے کا موقعہ نہیں مل سکا کہ انکے کسی عزیز کا انتقال ہو گیا اور وہ صبح ہی صبح اسلام آباد چلے گئے۔ آسیہ بیگم ان کے ساتھ نہیں گئی تھیں۔ ایک اچھی بات ہوئی تھی اسکے لئے کہ اظہار صاحب کی فیملی ناشتے کے بعد اپنے پورشن میں چلے گئی تھی۔ احزم آفس اور صوفی یونی جا چکے تھے وہ بوریت سے بچنے کے لئے آسیہ بیگم کے ساتھ لگ کر ملازموں سے پہلے صفائی کروائی پھر کچن میں آگئی جہاں فاخرہ بی برتن دھورہی تھیں۔

”آج لنچ میں کیا بنے گا؟“ اسنے ٹوکری سے گاجراٹھا کر کھاتے ہوئے کہا

”تم لنچ کو چھوڑو ریڈی ہو جاؤ، ابراہیم کی کال آئی تھی بھابھی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔۔۔۔۔ وہ تمہیں لینے آرہا ہے۔ ایک دو جوڑے بھی ساتھ ہی رکھ لینا۔۔۔۔۔ تمہیں وہاں دو تین دن رکنا پڑے گا۔“ انہوں نے اندر آتے ہوئے کہا

”کیوں کیا ہو گیا انہیں؟“ وہ پریشان ہو گئی

”بی پی اور شوگر دونوں ہائی ہیں انکے۔ پتا تو ہے احتیاط کہا کرتیں ہیں بھابھی۔ چلو تم جلدی کرو وہ آدھے گھنٹے تک پہنچ جائے گا۔“ ان کے کہنے پر وہ تیزی سے وہاں سے نکلی تھی۔ اسنے ہاتھ لے کر کپڑے چینج کئے اور بیگ لے کر اس میں دو جوڑے اور ضرورت کا سامان رکھا اور نیچے آگئی۔

”آ جاؤ میری بچی۔ انہوں نے اسے اپنے پاس بلایا

میں شام میں آؤں گی صوفی کو لیکر احزم کے ساتھ۔۔۔ ویسے تو تم سمجھدار ہو پھر بھی بھابھی کا اچھے سے خیال رکھنا، خاص طور پر انکے کھانے پینے کا۔“

اچھی طرح سمجھا دیں ماما۔۔۔ یہ ناہو وہاں غلطی پر مجھ سے ڈانٹ کھائے۔ ان کی بات میں لقمہ دیتے ابراہیم نے کہا وہ نکاح کے بعد سے انہیں ماما ہی کہتا تھا۔ اس کی بات پر وہ ہنسی تھیں اور جبور کو تپ چڑی

”زیادہ نا بولو ورنہ پٹو گے۔۔۔ چلو!“ اسنے مصنوعی غصے ناک پھولا کر کہا

”اچھا ماما! اللہ حافظ۔“ جبور نے جھک کر انہیں پیار کیا اور اگے بڑھ گئی

”او کے ماما چلتیں ہیں۔“ ابراہیم تھوڑا سا احتراماً انکے اگے جھکا تو انہیں نے پیار سے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا

”میری بیگم کو بھی ساتھ لے چلتیں، یہ کیا اکیلی چل پڑی ماما تو خوش ہو جائیں گی اور انکے بیٹے کا کیا؟“ اس کی بات پر جبور نے اپنا ہینڈ بیگ اسکے کندھے پر زور سے مارا

”ہائے ظالم۔۔۔“ وہ بلبلا اٹھا اسکے چیخ کر بولنے پر اپنے ٹیرس پر بیٹھے شرجیل اور سارا بیگم متوجہ ہوئے

”کوئی پریشانی ہے میری پیاری سی بہن دوست کو؟؟“

”یہ سب جان کر احزم کا ردِ عمل کیا ہو گا؟۔۔۔ میں ان کی آنکھوں میں اپنے لئے عزت اور محبت دونوں ختم ہوتے دیکھ نہیں سکوں گی ابراہیم!“ وہ نم لہجے میں بولی تھی

”پاگل ہو تم۔۔۔ احزم بھائی بہت اچھے ہیں وہ ہر دم تمہارے ساتھ کھڑے ہونگے، فکر نہ کرو۔“ اس کی بات پر وہ پھیکا سا مسکرائی

”تم سب باتوں کو چھوڑو، اس شرجیل کی آمد سے لے کر اب تک کی ساری بات مجھے بتلو۔“ اس نے اسکا دھیان بٹانے کو بات بدلی۔ تو وہ بھی بتاتی چلے گئی۔ جسے سنتے احزم کے تاثرات بدلتے رہے۔ پہلے چہرے پر فکر آئی پھر غصہ اور آخر میں خوشی اور ہنسی

”میری شیرنی بہن! خوش کر دیا۔“ وہ بولا تو جبور بھی ہنس دی وہ یونہی اسکی پریشانیوں سے اسے نکال لاتا تھا

*****-----*****

”ماما میرا جانا ضرور ہے کیا؟“ وہ وہاں جانا نہیں چاہتی تھی اسلئے بولی

”صوفی بچے تمہاری شوہر کی ماں ہیں وہ، اصولاً تو تمہیں وہاں ہونا چاہیئے تھا پر میں نے جبور کو بھیج دیا۔۔۔ اب تم اس طرح بولو گی تو مجھے غصہ دلاؤ گی۔“ وہ اسے گھور کے بولیں

”چلیں ماما!“ احزم ایک ہاتھ میں موبائی ل تھا مے انکے قریب آتے ہوئے بولا

“چلیں ماما بیگم سے ملنے کی جلدی ہے اور زرا تیاری تو دیکھیں بھائی کی۔” اسنے احزم کو چھیڑا۔ براؤن شلوار قمیض میں اسکا دراز سراپا نمایاں ہو رہا تھا۔ نفاست سے بنے بال اور اپنے پسندیدہ پرفیوم لگائے کھڑا وہ صوفی کی بات پر اسے آنکھیں دیکھا رہا تھا

“ماشاء اللہ۔” آسیہ بیگم نے فوراً کہا

“بونی بطخ وہاں میری بیگم ہی نہیں تمہارا میاں بھی ہو گا، زرا اپنی تیاری دیکھوں۔” اسنے بھی حساب برابر کیا صوفی بلیو شیفون کاسوٹ پہنے ہوئے تھی جس کے گلے دامن اور سلیوز پر خوبصورت کام ہوا ہوا تھا۔ جو اسکی صاف رنگت پر کھل رہا تھا۔

“اما!” اسنے زمین پر پاؤں مارا

“اچھا بھئی بس کرو اور چلو دیر ہو رہی ہے، جب دیکھوں بچوں کی طرح لڑنا شروع ہو جاتے ہو۔” انہوں نے ڈپٹکر کہا تو وہ دونوں فوراً باہر نکل گئے

وہ لوگ اس وقت نبیلا بیگم کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ صوفی کو انہوں نے اپنے ساتھ بیڈ پر بیٹھایا ہوا تھا جبکہ سامنے کے صوفوں پر ایک طرف احزم اور عظیم بیٹھے باتیں کر رہے تھے جبکہ بالکل سامنے والے صوفے پر آسیہ بیگم اور ابراہیم بیٹھے تھے۔ وہ جب سے آئے تھے ابراہیم مسلسل اسے شوخ بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا اور وہ نروس ہو کر بار بار اپنا دوپٹہ سر پر ٹھیک کر رہی تھی اور دل ہی دل میں صلاوتوں سے بھی نوازر ہی تھی۔

”یہاں لے آؤ رضیہ۔“ جبور ملازمہ کے ساتھ ٹرائل لے اندر داخل ہوئی جس میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ اسنے ٹرائل صوفوں کے سامنے رکھی اور سب کو سرف کرنے لگی احزم نے ایک پیار بھری نظر جبور پر ڈال کر اس کے ہاتھ سے پلیٹ تھامی تو وہ مسکرا کر نبیلا بیگم کے دوسری طرف آکر بیٹھی اور ہاتھ میں تھاماسوپ کا بول انہیں دیا تو انہوں نے ناک بھوں چڑا کر بول تھام لیا۔ عظیم صاحب جو انہیں دیکھ رہے تھے مسکراے اور بولے

”بھئی جبور تم نے سب سے اچھا کام کیا ہے یہاں آکر کہ انہیں پرہیز پر ڈال دیا ورنہ تو جو انکا دل چاہتا ہے وہ کھاتیں ہیں زرا جو اپنا یا ہمارا خیال ہو۔“

”بھابھی یہ تو غلط بات ہے آپکو اپنا خیال رکھنا چاہیے۔“ آسیہ بیگم نے چائے پیتے ہوئے کہا

”بھئی میری بہو آجائے گی تو وہ ہی میرا خیال کرے گی۔۔۔ مجھ سے نہیں ہوتا اپنا خیال۔“ وہ صوفی کو دیکھتے ہوئے پیار سے بولیں انکی بات پر سارے مسکرا دیے اور ابراہیم نے بھی پیار بھری نظروں سے اسے دیکھا اور گڑبڑا کر ایک دم سیدھا ہوا کیونکہ جبور اسے غصے سے گھور رہی تھی

”بہو جب آئے گی تب خیال کر لے گی ابھی آپ کو اپنا خیال خود رکھنا ہو گا چچی جان ورنہ میں ناراض ہوں جاؤں گی۔“

میری بچی تمہارے کہنے پر شروع کر دیا ہے پرہیز، ناراض نا ہونا۔“ انہوں نے خالی بول اسے پکڑاتے ہوئے کہا

”ویسے بھابھی اب تو جبور کے پیپر ہو گئے ہیں تو کب کر رہی اسے رخصت؟“ اب گڑبڑانے کی باری اس کی تھی ویسے ہی وہ سامنے بیٹھے احزم کی نظروں سے گھبرا رہی تھی

”ان شاء اللہ جلد ہی۔“ وہ بولیں تھیں

جبور آج پانچ دن بعد وہاں سے واپس آرہی تھی ابراہیم اسے باہر سے ڈراپ کر گیا تھا کہ اسے ایک اہم میٹنگ میں پہنچنا تھا۔
جبور کا ارادہ آج ہی وقار صاحب سے بات کرنے کا تھا۔ وہ گھر میں داخل ہوئی تو سب سے پہلا سامنا صوفی سے ہوا

”السلام علیکم۔“ وہ بولی

”وعلیکم السلام، آگئی ہماری یاد۔“ اسنے نروٹھے پن سے بولی

”میری پیاری بہن ناراض ہے۔۔۔ کیا کروں چچی جان اور ابراہیم آنے ہی نہیں دے رہے تھے۔“ وہ اسکے گلے میں
بانہیں ڈالتے ہوئے بولی اور گال پر پیار دیا تو وہ مسکرا دی

”اما کہاں؟“ اسنے الگ ہوتے ہوئے پوچھا

”روم میں ہیں آؤ وہی چلیں“ وہ دونوں باتیں کرتے وہیں چل دیں

وہ اس وقت وقار صاحب کے سامنے بیٹھی کچھ دن پہلے ہوئے واقعے کی تفصیل انہیں بتا رہی تھی۔ اور وہ غصے میں بیٹھے سن
رہے تھے

”آپ نے تب مجھے منع کر دیا تھا کہ میں کیسی کو کچھ نابولوں حالانکہ میں آپ کو بتا چکی تھی کہ اس دن شرجیل بھئی میرے
روم میں آئے تھے۔۔۔۔ یاد ہے نا آپکو جب آپ مجھ سے وعدہ لیکر واپس میرے روم سے جا رہے تھے۔۔۔۔ تب وہ
جاچکے تھے پر اب وہ واپس آگئے ہیں اور ویسے ہی ہیں ذرا جو بدلیں ہوں۔“ وہ پریشانی سے اٹھ کر ٹہلنے لگی

”مجھے بھائی صاحب سے بات کرنی ہوگی پر اس سے پہلے میں شرجیل سے بات کروں گا۔۔۔ تم فکرنا کرو۔“ وہ اسکے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے

”فکر کیسے ناکروں انکل، شرجیل بھائی جس طرح اس دن میرے کمرے میں آئے اگر پھر آگئے اور احزم۔۔۔ انہیں یہ سب کیسے بتاؤں میں، میری کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔“ بولتے ہوئے اسکی نظر دروازے پر پڑی

”اما۔“ اس کے بولنے پر وقار صاحب نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ آسیہ بیگم دروازے پر کھڑی تھیں اور ان کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ وہ ساری باتیں سن چکیں ہیں۔ ان دونوں کے دیکھنے پر وہ چلتیں ہوئی جبور کے قریب آئیں اور اسکا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام لیا

”میری بچی مجھے معاف کر دینا میری شادی کا فیصلہ غلط تھا۔ نامیں شادی کرتی نا تمہارے ساتھ یہ سب کچھ ہوتا۔“ وہ بولتے ہوئے رو پڑیں

”آسیہ میری بات سنو۔“ انہوں نے جیسے ہی ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو آسیہ بیگم نے انکا ہاتھ جھٹک دیا اور غصے سے بولیں

”یہ آپ کی اپنی اولاد نہیں تھی نا اسلئے آپ خاموش ہو گئے۔ اگر یہی سب صوفی کے ساتھ ہوتا تو میں دیکھتی آپ کیسے چپ رہتے۔“

”ماما یہ کیا بول رہی ہیں۔۔۔ اللہ نا کرے میری بہن کے ساتھ وہ سب ہو جو میرے ساتھ ہوا۔“ جبور تڑپ کر بولی اور وقار صاحب کو دیکھا جو دکھ سے آسیہ بیگم کو دیکھ رہے تھے

پھر وہ سب بتاتی گئی انھیں ایک ایک بات

”اما انکل نے ہر پل بابا کی طرح میرا خیال رکھا ہے۔۔۔ اور یہ بات میں مانتی ہوں کہ وہ میرے بابا کی جگہ نہیں لے سکتے پر انہوں نے مجھے بابا بن کر دکھایا ہے۔ ایک باپ بن کر اپنی بیٹی کے لئے اس وقت جو انہیں بہتر لگا انہوں نے کیا۔۔۔۔ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ مجھے احزم اور صوفی سے زیادہ چاہتے ہیں۔۔۔۔ میں سچ کہہ رہی ہوں نا۔۔۔۔ بابا! وہ انہیں دیکھتے ہوئے بولی جو آنکھوں میں آنسو لئے اسے ہی دیکھ رہے تھے اور اسکے بابا بولنے پر رو پڑے۔“ پلیرز وقار مجھے معاف کر دیں میں نے غصے میں آپکو تکلیف پہنچائی۔ ”وہ خود بھی انکے سامنے ہاتھ جوڑتیں رو پڑی تو انہوں نے فوراً ان کے ہاتھ کھول دیے

”یہ نا کریں آسیہ دیکھیں آپ کے غصہ کرنے پر جبور نے مجھے بابا بولا۔۔۔ جبور کے منہ سے یہ الفاظ سننے کیلئے کب سے میرے کان ترس رہے تھے۔۔۔۔ مجھے لگا تھا کہ جبور کے منہ سے یہ الفاظ سننے سے پہلے ہی نا میں مرجؤں۔۔۔۔

بابا پلیرز ایسا نا بولیں۔۔۔۔ دل سے تو میں آپکو کب کا اپنا بابا مان چکی تھی پر بولنے میں دیر کر دی اسکے لئے سوری۔ ”وہ ان کے دونوں ہاتھ تھامتے ہوئے بھیگے لہجے میں بولی۔ آسیہ بیگم جو نم آنکھوں سے انہیں دیکھ رہیں تھیں ایک دم غصے میں بولیں

”آپ تب شرجیل کو کچھ نہیں بول پائے پر اب میں اسے چھوڑوں گی نہیں۔۔۔ اسے حساب دینا ہو گا ان تکلیفوں کا جو اس کی وجہ سے میری بچی نے برداشت کیں۔“ وہ بولتیں باہر نکلیں تو وہ دونوں گھبرا کر انکے پیچھے نکلے

”آسیہ رو کو بات تو سنو۔“

”اما پلیرز رک جائیں۔“

ان کی آوازیں سن کر صوفی اور احزم بھی اپنے کمروں سے باہر نکل آئے

“الہی خیر کیا ہوا ہے؟” صوفی ایک دم پریشان ہوئی آسیہ بیگم تیزی سے باہر نکلیں تھیں اور وقار صاحب اور جبور گھبرائے ہوئے سے انکے پیچھے نکلے

“پتا نہیں چلو دیکھتے ہیں۔” احزم نے اسکا ہاتھ تھاما اور نیچے کی طرف چل پڑا

آسیہ بیگم تیزی سے اظہار صاحب کے پورشن میں داخل ہوئی یں اور اندر گھر میں چلیں گئی یں سامنے ہی لاؤنج میں وہ سب بیٹھے چائے پی رہے تھے انکا پورشن بھی وقار صاحب کے پورشن جیسا تھا

“شر جیل!۔” انہوں نے غصے میں اسکا نام لیا تو وہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا

“بھابھی کیا ہوا سب خیر تو ہے؟؟” انکو غصے میں دیکھ اظہار صاحب بھی کھڑے ہو گئے پر وہ ان کو اگنور کرتیں شر جیل کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی یں اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھتا انکا ہاتھ اٹھا اور پورے لاؤنج میں تھپڑ کی آواز گونجی تھی۔ سارے سناٹے میں آگئے۔

ایک تھپڑ کے بعد وہ روکی نہیں پے درپے کئی تھپڑ اس کے منہ پہ ماریں تھیں۔ “یہ میری بچی کو ہراس کرنے کے لئے۔۔۔ یہ میری بچی کے ساتھ زیادتی کرنے کے لئے۔۔۔۔۔ یہ اس کی زندگی خراب کرنے کے لئے۔” وہ بولتے ہانپ گئی یں

“آسیہ کیا کیا ہے میرے بیٹے نے جو تم نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیا؟” سب سے پہلے سارہ بیگم کو ہوش آیا اور وہ تیزی سے ان دونوں کے قریب آئی یں اور غصے میں بولیں

جبکہ باقی سب شک میں تھے کہ یہ ہو کیا رہا۔ اور شرجیل تو سن ہو گیا تھا اسنے کبھی نہیں سوچا تھا کہ اسکا کیا ایک دن اسکے کیا سب کے سامنے آئے گا۔ اسکے تو کاٹو بدن میں لہو نہیں والا محورہ بلکل فٹ بیٹھ رہا تھا۔ وقار صاحب نے جبور کا ہاتھ تھاما ہوا تھا جو ہلکہ ہلکہ کانپ رہا تھا

”آپ مجھ سے نہیں اپنے بیٹے سے پوچھیں جس نے گھر کی عزت پر بری نظر ڈالی۔۔۔ وہ بولیں نہیں غرائی میں تھیں

”کیا بول رہیں ہیں تمہاری چچی شرجیل؟“ اظہار صاحب نے کڑے تیوروں سے پوچھا

”ڈیڈ مجھے نہیں معلوم۔۔۔۔۔ ہاں اس دن جب جبور کی طبیعت خراب ہوئی تھی تو میں رات اسکی طبیعت معلوم کرنے اسکے کمرے میں گیا تھا کہ دن کو ٹائی م نہیں مل سکا تھا، شاید اسی بات کو لیکر چچی غصے ہیں۔“ وہ اب کے سنبھل کر بولا

”واہ آسیہ میرے بچے کے کمرے میں جانے پر تم نے اسکا منہ تھپڑوں سے لال کر دیا اور تمہاری بیٹی دن دھاڑے وہ کیا نام ہے۔۔۔۔۔ ابراہیم ہاں۔۔۔۔۔ اسکے ساتھ ہنسی ٹھٹھول کرے اور گھومے پھرے تب تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔“ وہ تڑخ کر گویا ہوئی

انکی بات پر احزم کے ماتھے پر بل پڑے اور صوفی کو بھی غصہ چڑا پر وہ کچھ بول نہیں سکتے تھے کہ بات بڑوں کے بیچ ہو رہی تھی۔ جبکہ اظہار صاحب نے انہیں ٹوکا

”سارہ آرام سے بات کرو۔“

”آپ رہیں آرام سے میں نہیں رہ سکتی یہ سب دیکھنے کے بعد آرام سے۔۔۔۔۔ بھلا بتاؤ میرے بیٹے پر اتنے الزام لگا چھوڑے اور اپنے شوہر کے بھتیجے پر کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ اتنے دن وہاں رہی اللہ جانے کیا کیا کرتی پھر رہی تھی۔ کچھ

بے باقی کے نظاریں تو میری ان گناہگار آنکھوں نے بھی دیکھیں تھے۔ ”وہ بول نہیں رہیں تھیں زبان کی تلوار سے ان سب کو زخمی کر رہیں تھیں۔ آج انھیں احساس ہوا کہ وقار اس وقت کیوں خاموش ہو گئے تھے

”بھابھی اب آپ بہت غلط بات کر رہیں ہیں۔۔۔ آپ جانتی کیا ہیں جو ابراہیم اور حبور پر الزام لگا رہیں ہیں۔ بہن بھائی ہیں وہ دونوں۔“ وقار صاحب بہت ضبط سے بولے ورنہ انکی جگہ کوئی اور ایسی بات بولتا تو وہ اسکا منہ توڑ دیتے۔ وہ بڑی بھائی کی بیوی تھیں اس لحاظ میں خاموش ہو گئے

”بہن بھائی نہیں کزن ہیں دونوں، اور تمہارے بولنے سے رشتہ نہیں بدلے گا۔“ وہ چمک کر بولیں

”رضائی بھائی ہے ابراہیم حبور کا سمجھیں آپ۔۔۔۔ جب وہ پیدا ہوئی آسیہ کی حالت خراب تھی جس وجہ سے نبیلا بھابھی نے اسے اپنا فیڈ کروایا تھا۔۔۔۔ اور جہاں تک رہی الزام کی بات تو وہ بالکل سچ ہیں۔۔۔۔ پھر وہ سب باتیں بتاتے چلے گئے۔ اب کے شرجیل کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔ حبور نے کسی احساس کے تحت احزم کو دیکھا تو ٹھٹھک گئی۔ کتنے نا فہم سے تاثرات تھے اسکے چہرے پر۔ حبور کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔ آوازیں سن کر انعم بھی اپنے کمرے سے باہر آ گئی تھی

”میں نے مانا کہ شرجیل نے حبور کو ہراس کیا۔“ اظہار صاحب بولے

”اظہار یہ کیا بول رہے ہیں؟؟ سارہ بیگم غصے میں بولیں

”تم چپ رہو سارہ میں بات کر رہا ہوں نا۔“ انہوں نے بھی غصے میں انہیں چپ کروایا اور گویا ہوئے

”زبردستی کرنے کا الزام بہت بڑا ہے وقار اور اس دن تو شرجیل گھر پر تھا ہی نہیں۔۔۔ بلکہ اس سے ایک دن پہلے سے ہی وہ اپنے دوست کے گھر پر تھا۔“

”ہاں اب بولو۔۔ ہو سکتا ہے جبور میرے بچے سے بدلا لینے کیلئے جھوٹ بول رہی ہو۔۔“ وہ یہ ماننے سے انکاری تھی۔
شرجیل کے چہرے کی رنگت بھی بحال ہوئی اپنی ماں کی بات سن کے

بلکل میں مانتا ہوں کہ میں نے غلط حرکت کی۔۔ اور اسکے لئے میں شرمندہ بھی ہوں اور جبور سے معافی بھی مانگتا ہوں۔
میں بہک گیا تھا۔ پر اسکے ساتھ ہوئے حادثے کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔“ اسنے زبردستی چہرے پر شرمندگی طاری کی اور
معصومیت سے بولا

”بکو اس نا کرو شرجیل، اس دن تم ہی آئے تھے میرے کمرے میں اور مجھ سے زبردستی کرنے کی کوشش کی۔۔۔ میں تم
سے بچ کر باہر بھاگی تھی اور گاڑی سے ٹکرائی تھی۔“ وہ غصے میں چیخ کر بولی اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسکے ہاتھ میں گن
ہوتی اور وہ اسے شوٹ کر دیتی اسکے ڈھٹائی سے جھوٹ بولنے پر

”اچھا اگر یہ آیا تھا تو کسی نے تو دیکھا ہوتا اسے۔۔۔۔ اسے اس دن کیا گلے دن بھی کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ جبور کے
حادثے کے دو دن بعد یہ گھر آیا تھا۔“ سارہ بیگم کی بات پر اسکی آنکھوں میں بے بسی سے آنسو آگئے۔

”اللہ مجھے اکیلے نا چھوڑنا کہ آپ کا سہارا ہے مجھے، اور آپکا سہارا سب سے بڑا سہارا ہے۔“ اسنے دل میں دعا کی
”ہاں بولو ہے کوئی ثبوت یا گواہ جو بولے کہ میرا بیٹا اس دن آیا تھا۔“ وہ جبور کو دیکھ کر طنز سے بولیں

”میں ہوں ثبوت اور گواہ کہ اس شر جیل بھائی ناصر ف گھر پر آئے بلکہ انکے ساتھ غلط حرکت بھی کی۔۔۔“ اس آواز پر سب نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ ایک ہاتھ میں سفری بیگ اور چہرے پر سنجیدگی لے زید کھڑا تھا

”زید یہ کیا بول رہے ہو؟ اظہار صاحب بولے تھے اور انکا لہجہ لڑکڑایا تھا
جبور کی آنکھوں میں آنسو آگئے“ یا اللہ تیرا شکر کہ تو نے میری لاج رکھ لی۔“

”میں سچ کہہ رہا ہوں ڈیڈ۔۔۔ ماما کے جانے کے بعد میں چاچو کے پورشن میں آ رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ شر جیل بھائی چاچو کے گیٹ سے اندر داخل ہوئے۔۔۔ اس سے پہلے کے میں انہیں آواز دیتا وہ اندر گھر میں چلے گئے۔۔۔ میں بھی تیزی سے انکے پیچھے گیا۔ جب میں جبور آپی کے کمرے کی طرف آیا تو ان کے پیچھے کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے اندر جھانکا تو بھائی آپی کے ساتھ زبردستی کر رہے تھے۔۔۔ میں بچہ تھا ڈر گیا وہ سب دیکھ کر اور وہیں دیوار سے لگ کر بیٹھ گیا
۔۔۔ اتنے میں آپی بھاگتی ہوئی باہر نکلیں اور ان کے پیچھے بھائی۔۔۔ پھر مجھے نہیں پتا میں کس طرح باہر نکلا اور پر وہاں باہر کوئی بھی نہیں تھا۔“ وہ خاموش ہوا تو جبور ایک دم سے زمین پر بیٹھ گئی اور رونے لگی آسیہ بیگم اور صوفی تیزی سے اس قریب آئیں۔ آسیہ بیگم نے اسے اپنی بانہوں میں بھر لیا اور خود بھی رول دیں

اظہار صاحب نے شر جیل کو دیکھا جو سر جھکائے کھڑا تھا اور ساتھ ساتھ سارہ بیگم بھی۔ وہ اسکے قریب آئے تو اسنے اپنا چہرہ اٹھا کر انہیں دیکھا ایک بار پھر تھپڑ کی آواز گونجی تھی

”اظہار!“ سارہ بیگم نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ انہوں نے تو کبھی بچوں کو ڈانٹا بھی نہیں تھا اور آج اسکے منہ پر تھپڑ دے مارا تھا
انکا صرف روعب رہتا تھا بچوں پر

“میں اکثر سوچتا تھا کہ ایسا کس وجہ سے ہے کہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی میرے بچوں کی خوشیاں مکمل نہیں۔۔۔ وہ وقار کو دیکھ کر بولے ”پر آج پتا چلا اس بچی کی خاموش آپہں تھیں جو ان خوشیوں کو مکمل ہونے نہیں دیتیں تھیں۔“ وہ واپس شرجیل کی طرف پلٹے

“اپنی بہن کا حال دیکھ رہے ہو۔۔۔ انہوں نے شرجیل کا منہ پکڑ کے انعم کی طرف کیا۔ سب اب انہیں دیکھ رہے تھے اور جو راحزم کو جس نے اس سب میں ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا اور اب بھی ہونٹ بھنچے سپاٹ تاثرات لے کھڑا تھا۔ اسے دیکھ وہ اندر ہی اندر مرنے جیسی ہو گئی تھی

“تمہاری بہن نے تمہارا بویا کاٹا ہے شرجیل۔“ انہوں نے کندھوں سے پکڑ کر اسے جھنجھوڑ دیا۔ انکی بات پر شرجیل نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا جبکہ سارا بیگم منہ پر ہاتھ رکھے زور زور سے رونے لگیں۔

“جانتے ہو وقار انعم کے نندوئی (بہن کا شوہر) نے کیا کیا میری بچی کے ساتھ؟؟ وہ وقار صاحب کے نزدیک آکر بولے۔ تو وہ اپنے بھائی کا چہرہ دیکھنے لگے جن کے چہرے پر دردناک تاثرات تھے اور کچھ ایسے ہی تاثرات انعم کے چہرے پر بھی تھے

“شراب کے نشے میں اس خبیث نے میری بچی کے ساتھ زیادتی کی۔۔۔۔ اور اسکے شوہر نے اپنے بہنوئی کو تو کچھ ناکہا پر میری بچی کو طلاق دے کر نکال دیا الٹا الزام لگا کر بچے بھی چھین لے۔“ وہ بول کر انکے گلے لگ کر رونے لگے۔ زید انعم کو ساتھ لگائے کھڑا تھا کہ وہ بھی رو رہی تھی

“شرجیل کا سر جھک کر سینے سے جا لگا تھا وہ آج کے بعد کسی کو اپنا منہ دیکھانے کے قابل نہیں رہا تھا کسی کو کیا وہ تو خود کو بھی اپنا چہرہ نہیں دیکھا سکتا تھا۔ حقیقت کا تھپڑ بہت زور سے لگا تھا کہ اسے کہ وہ نیلو نیل ہو گیا تھا اور تکلیف سے اس کی روح بلبلاتا ٹھی تھی اور غضب یہ تھا کہ وہ چیخ کر اپنا درد بیان نہیں کر سکتا تھا۔ ہم کیوں کسی کی بہن بیٹی کے ساتھ غلط کرتے وقت

بھول جاتے ہیں کہ وہ سب ہماری اپنی بہن بیٹی کے ساتھ ہو سکتا ہے کیوں آخر کیوں نہیں سوچتے۔ اور اب اسے بھی اس کیوں کے ساتھ رہنا تھا کہ کیوں اسے جوہر کے ساتھ وہ سب کیا اور مکافت اسے شاید ساری زندگی جھلانی تھی

”تم جانتے ہو وقار۔۔۔ اسکی بیوی بھی اسے چھوڑ گئی کیونکہ یہ کبھی باپ نہیں بن سکتا۔“ بھائی بس کریں خاموش ہو جائیں۔۔۔“ وقار صاحب نے انکے منہ پر ہاتھ رکھ دیا ”اللہ بس رحم کر رحم“ ان کے دل نے صدا دی تھی

جوہر جو آسیہ بیگم اور صوفی کے ساتھ لگ کر بیٹھی تھی آسیہ بیگم کے اٹھ کر سارہ بیگم کے پاس جانے کے بعد وہ خود بھی اٹھی ایک بار پھر احزم کو دیکھا۔ اسکے نظروں کی تپش تھی کہ اسنے بھی اسے دیکھا تھا۔ وہ کچھ بول کیوں نہیں رہا کیا اسکی محبت کے رنگ اتنے کچے تھے کہ ذرا سی حقیقت کی بارش سے اتر گئے۔ اس کے اندر جو اربھٹا سا اٹھا اور وہ بھاگنے کے انداز میں باہر نکلی

”آپی روکیں۔“ جس طرح وہ بھاگ کے گئی زید کو برسوں پہلے کا وہ دن یاد آ گیا جو اسے کبھی نہیں بھولا تھا اور یہی بات اس کی آواز میں وحشت بھر گئی احزم بھی گھبرا کر اسکے پیچھے بھاگا تو باقی سب پریشان ہو گئے

وہ کچھ نہیں سوچ رہی تھی سوائے اسکے کہ یہاں سے کہیں دور بھاگ جانا چاہیئے اسے اور وہ بھاگ بھی رہی تھی

”جوہر رک جائیں پلیز۔“ اسنے اسے پکارا پر وہ ہوش میں ہوتی تو سنتی نا اسنے کہا تھا کہ احزم کی نظروں میں محبت اور عزت ختم ہوئی تو وہ مر جائے گی اور وہ مرنا ہی چاہتی تھی۔

تیزی سے اسکی طرف بڑھتی گاڑی دیکھ احزم اور اسکے پیچھے آتے زید کے کی جان نکل گئی۔

اسے جھٹکا لگا تھا اور آنکھیں بند ہونے سے پہلے اسنے احزم کو دیکھا تھا جو آنکھوں میں آنسو لے اسے دیکھ رہا تھا۔

“اب کیسی ہے، جبور بیٹی!؟” وقار صاحب کے قریب بیٹھتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔

تیزی سے اسکی سمت بڑھتی گاڑی کے آگے سے احزم نے اسے اپنی جانب کھینچ لیا تھا۔ اسے جھٹکا لگا اور وہ بے ہوش ہوگئی تھی۔ احزم اسے اٹھا کر لے آیا تھا کچھ دیر پہلے ہی ڈاکٹر اسے دیکھ کر گیا تھا۔ آسیہ بیگم اور صوفی اسی کے پاس تھیں۔ جبکہ وہ نیچے ہی بیٹھے تھے جب اظہار صاحب ان کے پاس آئے۔ نثر جیل تو تب سے اپنے کمرے میں بند تھا۔ احتساب کا عمل شروع ہو چکا تھا اور وہ ضمیر کی عدالت میں مجرم بنا کھڑا تھا۔

“ٹھیک ہے وہ بھائی صاحب، صبح تک اسے ہوش آجائے گا۔۔۔ آپ بتائیں انعم کیسی ہے؟” اسکی طبیعت بگڑ گئی تھی اس سب کے بعد

“ہاں دوا دے کر سلا دیا ہے اسے سارہ نے۔۔۔ کیا کریں کچھ سمجھ نہیں آتی؟ سب کچھ ہاتھوں سے نکلتا چلا گیا اور ہم کچھ بھی نا کر سکے۔” اظہار صاحب کا لہجہ پر نرم ہوا

“صبر کریں بھائی صاحب ان شاء اللہ سب بہتر ہو گا۔” انہوں نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی

“ان شاء اللہ۔” وہ جواباً بولے تھے

اس نے کچھ دیر پہلے ہی صوفی اور آسیہ بیگم کو انکے کمروں میں بھیج دیا تھا۔ وہ خود اس کے پاس رکننا چاہتا تھا۔ ابراہیم کو اسنے کال کر کے سب بتا دیا تھا کہ پچھلی بار نابتانے پر وہ کافی ناراض ہوا تھا اس سے۔ وہ تو فوراً آنا چاہتا تھا پر اسنے بڑی مشکل سے

اسے روکا کہ رات بھی کافی ہو چکی تھی اور خامواہ انکل آنٹی بھی پریشان ہوں گے۔۔۔ وہ صبح آجلے۔۔۔ جبور بھی سو رہی تھی۔ ڈاکٹر اسے سکون کے لئے انجیکشن لگا گیا تھا۔

آج جو کچھ ہوا وہ ایک فلم کی طرح دماغ کی اسکرین پر چل رہا تھا۔ اور اگر وہ بروقت نا اسے اپنی جانب کھینچ لیتا تو کیا ہوتا۔۔۔ اس سے آگے سوچتے ہی اسکی جان نکل جاتی۔۔۔ اس نے کمبل میں لیٹے جبور کے چہرے کو دیکھا جو زرد اور مر جھایا ہوا تھا۔ آنکھوں کی جھالرو اسے دیکھ اٹھتی گرتیں، اس وقت ساکن تھیں۔ لب جس پر اسکی پیار بھری نظر پڑھنے سے گلاب کھل اٹھتے تھے مر جھائے ہوئے تھے۔

”میں جب یہاں سے گیا اور جب واپس آیا تو آپ کو خاموش اور خود سے کتراتے ہوئے پایا۔ میں سمجھ ناپایا کہ آپ کا رویہ ایسا کیوں ہے؟۔۔۔ پھر ہمارے نکاح کے بعد آپ بدلنے لگیں، ہسنے بولنے لگیں۔۔۔۔۔ ہاں بعض دفعہ آپ بہت عجیب برتاؤ کرتی تھیں پر آپ خوش رہنے لگیں تھیں میرے ساتھ اور یہ بات میرے لئے بہت معنی رکھتی ہے پر۔۔۔۔۔ میں آپ سے بہت ناراض ہوں، کیوں آپ نے مجھ پر بھروسہ نہیں کیا۔۔۔ مجھے کچھ تو بتائیں نا آپ۔ میں نے آپ سے پوچھا بھی تھا۔ ”وہ اسکا ہاتھ تھامے اسے شکوہ کر رہا تھا۔ اسی طرح اسے باتیں کرتیں اسے نیند آگئی اور وہ اسکا ہاتھ تھامے وہی سر رکھیں سو گیا

جبور کی آنکھ کھلی تو اسے اپنے ہاتھ پر دباؤ محسوس ہوا اس نے چہرہ گھمایا تو دل زور سے دھڑکا۔ احزم اس کے قریب ہی اسکا ہاتھ تھامے سو رہا تھا۔ وہ اسکا چہرہ دیکھنے لگی جو پرسکون تھا آنکھیں بند تھیں جس وجہ سے وہ اسے نظر بھر کر دیکھ پار ہی تھی ورنہ اسکی آنکھوں میں دیکھنا بہت مشکل کام تھا۔ اسے دیکھ کر احزم کی آنکھوں میں جو محبت کی روشنی پھوٹی تھی وہ اسکی تاب نالاپتی تھی۔ پر کل رات وہ روشنی اسے نہیں دیکھی۔۔۔۔۔ پھر اسے سب یاد آتا گیا۔ اور اسکی آنکھوں میں نمی جمع

ہونا شروع ہو گئی۔ اس نے احزم کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ نکلا اور اٹھ بیٹھی۔ احزم کے ماتھے پر بل پڑے پھر اسکی آنکھ کھل گئی۔ اسے بیٹھا دیکھ وہ جلدی سے اٹھا

”اب کیسی ہیں آپ؟ رات تو اپنے سب کو پریشان ہی کر دیا۔۔۔ آج کے بعد اگر ایسی حرکت ہوئی تو آپ کی خیر نہیں، پٹائی بھی لگ سکتی ہے۔“ اس کی بات پر حبور نے ایک خفاسی نظر اس پر ڈالی۔ وہ بالکل نارمل بات کر رہا تھا اور رات اسکی جان نکال دی تھی

واہ کیا خوب نظر ڈالی ظالم نے

ظلم کئے ہم پر اور خود مظلوم بن گئے

خفا تو مجھے ہونا چاہیئے۔۔۔ اور آپ ہو رہیں ہیں۔“ اسنے جھک کر اسکی آنکھوں میں دیکھ کر سرگوشی کی

”احزم!“ وہ ایک دم اسکے گلے لگ کر رونے لگی

”آآ آپ کو نہیں معلوم میں رر رات کتنا ڈر گئی تھی۔۔ آپ سے دوری کے احساس نے مم میری سانسوں کو بند کر دیا تھا میں سانس نہیں لے لے پار ہی تھی۔ آآ پلیرز کبھی بھی ی مجھ سے خفا نا ہونا دو ورنہ میں مار جؤں گی۔“ وہ اسکے گلے لگی

رو بھی رہی تھی اور بول بھی رہی تھی جبکہ وہ سرشار سا اس سے اظہار محبت سن رہا اسکے بال سہلا رہا تھا

”اتنے پیارے اظہار کے بعد کون خفا ہو سکتا ہے میری روح کے سکون۔“ اسنے محبت سے کہتے اسے خود میں بھینچ لیا۔ وہ

ایک دم ہوش میں آئی اور سٹپٹا گئی۔ ”یا اللہ یہ بے اختیاری میں کیا ہو گیا مجھ سے۔“ اس نے سوچا اور جلدی سے اس سے

الگ ہونے لگی“ احزم چھوڑیں۔“ وہ منمنائی

وہ میرا نام لے کر لپٹتا تھا

وہ ہانہوں میں آکر ناچھوڑنا میرا

وہ سمنٹا تھا وہ جھجکتا تھا

وہ نا کرنا تھا وہ بہکتا میرا

”احزم پلیز میں روں دوں گی۔“ اس کے بے باقی سے شعر پڑھنے پر اسکی ہتھلیاں بھگ گئی تھیں۔۔۔ دل سرپٹ دوڑ رہا تھا۔ اس کی قربت الگ پاگل کئے ہوئے تھی

”خبردار جو ایک بھی آنسو گرا، بہت رو لیں آپ بس اب میرے سنگ خوشیوں کو جینے کی تیاری کریں۔۔۔ میں ماما سے آج ہی رخصتی کی بات کرتا ہوں۔“ اسے اپنے سامنے کرتے اسنے مصنوعی گھوری ڈالتے ہوئے کہا پر لہجہ ہمیشہ کی طرح نرم تھا۔ وہ اس پر کبھی غصہ نہیں کر سکتا تھا کہ اس کا ماننا تھا کہ جیسے پیار کیا جایا اسے سب سے پہلے عزت دی جاتی ہے۔ اس کی بات سنتی وہ جلدی بیڈ سے اتری ”مم میں فریش ہو کر آتی ہوں۔“ وہ بولتی فوراً واش روم میں گھس گئی اور اسکی رفتار دیکھ احزم نے قہقہہ لگایا جیسے اسنے اندر سنا اور خود بھی ہنس دی۔

”اَللّٰهُمَّ عَلَیْکُمْ۔“ عظیم صاحب نبیلا بیگم اور ابراہیم کے ساتھ اندر آتے ہوئے بولے

”وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ۔“ وہ جو آرام سے اخبار پڑھ رہے تھے فوراً اُن سے ملے۔۔۔ ”آئی یں بیٹھے پلیز۔۔۔۔۔ آئیہ بھئی آ جاؤ دیکھو ہمارے سمدھی صاحب سمدھن کے ساتھ آئی یں ہیں۔“ انھیں بیٹھنے کا بول کر وہ شگفتگی سے بولے

ان کی بات سنتے وہ لوگ مسکرا دیے۔ ”ماشاء اللہ میرے سسر پورے مجھ پر گئے ہیں۔“ ابراہیم نبیلا بیگم کے کان میں گھسا

تو انہوں نے اسے دھپ ماری

”بھئی ہمارے اتنے پیارے داماد کو تو ناماریں۔“ آسیہ بیگم کچن سے باہر آتے مسکراتے ہوئے بولیں اور ان سے ملنے لگیں وہ انہیں مارتا دیکھ چکیں تھیں جبکہ ان کی بات سنتے ابراہیم کی گردن فوراً اکڑی

”آنٹی میں جبور کے کمرے میں چلا جاؤں۔“ اسنے ادب اور فرماداری کے ریکارڈ توڑے۔ اس کے انداز دیکھ ان کے اماں ابا عش عش کراٹھے تھے۔ ”کاش ہمارا بیٹا سچ میں ایسا ہوتا۔“ دونوں نے ساتھ سوچا۔۔۔ بول جو نہیں سکتے تھے

”ہاں بچے جاؤ، پوچھ کیوں رہے ہو اور پلیز اسے پوچھ لینا ناشتہ نیچے کرنا ہے یا کمرے میں بھیج دوں؟“ وہ بولتے ہوئے نبیلا بیگم کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ وہ اٹھ کر اوپر چل دیا اوپر آیا تو دیکھا صوفی کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اسکے دل میں اسے دیکھنے کی چاہ ہوئی تو اسنے فوراً دل کے کہیے پر لمبیک کہا۔ اندر آیا تو دیکھا وہ اپنی چوٹی باندھ رہی تھی جبکہ چہرے پر سوچ کی پرچھائی یاں تھیں۔ رات کے واقعے نے اسکے دل و دماغ پر کافی اثر ڈالا تھا اور وہ پوری طرح پریشان تھی۔ وہ جانتا تھا اسلئے اسے ریلیکس کرنے کے لئے آگے بڑھا اور پیچھے سے جا کر اسے اپنی بانہوں میں بھر لیا

”کیسی ہیں میری پیاری سی بیوی؟“ جھک کر وہ اسکے کانوں میں بولا

اسے اس وقت اپنے کمرے میں دیکھ پہلے وہ حیران ہوئی پھر تڑپ کر اسکے حصار سے نکلی

”آپ کی ہمت کیسے ہوئے مجھے چھونے کی۔۔۔ سارے مرد ایک جیسے ہوتے ہیں جہاں اکیلی لڑکی دیکھی اسکا فائی دہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔“ وہ ایک دم بپھر کر بولی تھی

اس کی بات پر ابراہیم کا دماغ بھک سے اڑ گیا وہ شدید تیش میں اس کے قریب گیا اور اس کندھوں سے تھام لیا

”کیا بکو اس کر ہی ہو۔۔۔۔۔ کب میں نے تمہارا فائی دہ اٹھایا ہے یوفل۔۔۔۔۔“ اسنے دانت کچکچائے اسکا ایسا روپ دیکھ وہ ایک دم سہم گئی۔ وہ کہاں غصہ ہوتا تھا ہر دم ہنستا مسکراتا ہی رہتا تھا۔

”اب بول کیوں نہیں رہیں؟؟“ اس کے غصے سے بولنے پر صوفی نے ڈر کر آنکھیں بند کر لیں

”بتاؤ نا کبھی ہمارے نکاح سے پہلے تمہیں ہاتھ لگایا یا غلط ارادے سے تمہیں دیکھا یا تمہارے قریب بھی آیا؟؟ ہاں! نکاح کے بعد ہی تمہارے نزدیک آیا میں۔۔۔۔۔ کیونکہ تمہیں چھونے کا حق میرے اللہ نے دیا ہے مجھے۔۔۔ پھر بھی میں حد سے باہر نہیں نکلا۔۔۔ اور تم مجھے اتنا گراہوا سمجھتی ہو کہ میں تمہارا فائی دہ اٹھاؤں گا۔۔۔۔۔ میری محبت کو گالی دی ہے تم نے اس کے لئے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔“ وہ اس سے دور ہوا اور تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔ جبکہ صوفی وہی بیٹھ کر رونے لگی کیونکہ اسکا دل کہہ رہا تھا کہ اسنے غلط کر دیا ابراہیم کے ساتھ

جس وقت وہ نیچے آئی سب ہی بیٹھے ہوئے تھے جو رابراہیم کی کسی بات پر ہنس رہی تھی۔ وہ سلام کر کے نبیلا بیگم کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ اور ایک نظر اسے بھی دیکھا جو اسے انور کے لئے احزم اور جوہر سے باتیں کر رہا تھا۔ ورنہ وہ ہوتی تھی تو وہ اسے اپنی نظروں میں رکھتا تھا۔ پر اس وقت تو اسے دیکھا تک نہیں تھا۔ یہ دیکھ اسے پھر سے رونا آنے لگا۔ اس سے پہلے کے وہ رو دیتی آسہ بیگم نے سب کو ناشتہ کے لئے بلا لیا۔ آج سنڈے تھا تو آفس تو کسی کو جانا نہیں تھا۔ ناشتہ کے بعد ان کی

پھر سے باتوں کی محفل لگ گئی تھی۔ ابراہیم بار بار صوفی کی نظریں خود پر محسوس کر رہا تھا پر اسنے ایک بار بھی اسے نظر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ اسنے بہت غلط بات کی تھی سزا تو پھر بنتی تھی۔

”بھئی عظیم اور بھائی اگلے ہفتے ہم حبور اور احزم کی شادی کی تاریخ رکھ رہے ہیں آپ لوگوں کو آنا ہے۔ سب سے پہلے آپ لوگو کو بولا ہے۔۔۔ باقی خاندان کے قریبی لوگوں کو بولنا ہیں۔“ وقار صاحب کی بات پر وہاں سب کے چہرے خوشی سے کھل گئے۔ حبور نے شرما کر چہرہ جھکا لیا۔ احزم نے تشکر بھری نظروں سے اپنے باپ کو دیکھا کیسے وہ بن بولے ایک بار پھر اسکی خوشی اسکی جھولی میں ڈال گئے تھے۔ وہ اٹھا اور انکے گلے جا کا

”آئی لو یو ڈیڈ۔“ باپ کی اس درجہ محبت پر اسکی آنکھیں بھیگ گئیں۔

”ارے بھئی کیا کر رہے ہو؟ میں حبور نہیں ہوں۔“ ان کی بات پر ابراہیم کا چھت پھاڑ قہقہہ گونجا جبکہ احزم جھنپ کر ان سے الگ ہوا اور حبور کا منہ شرم سے لال ہو گیا۔ ابراہیم کو پکا یقین ہو گیا اسکے سسر اس ہی پر پڑیں ہیں

”آسیہ تم اپنے گھر میں رونق بڑھا رہی ہو۔۔۔ میری گھر کی رونق بھی مجھے دے دو۔“ نبیلا بیگم کی بات پر ایک دم ابراہیم کا چہرہ سنجیدہ ہوا

اما ابھی صرف احزم بھائی اور میری بہن پلس دوست کی بات کریں بس۔“ اس کے دو ٹوک بولنے پر وہ خاموش ہو

گئیں اور صوفی کا چہرہ اتار گیا۔ حبور نے بہت غور سے دونوں کے تاثرات دیکھے تھے

”یہ تم دونوں کے بیچ کیا چل رہا ہے؟ کس بات پر خفا کیا ہے میرے بھائی کو تم نے؟“ رات صوفی اسکے کمرے میں آئی تو

اسنے کڑے تیوروں سے پوچھا

”آپی!“ وہ اسکے گلے لگ کے سسک پڑی تو وہ بھی پریشان ہو گئی ”کیا ہوا صوفی کچھ بتاؤ تو؟۔۔۔ ایسے رونے سے کچھ نہیں ہو گا۔“ اسکے بولنے پر روتے ہوئے وہ سب بتاتی گئی۔ اس کی بات سنتی حبور نے اپنا ماتھا پیٹ لینا چاہا پر اسکی حالت دیکھ رک گئی

”اچھا میری پیاری بہن رومت۔ جا کر سکون سے سو جاؤ میں اپنے بھائی اور تمہارے میاں کے لتے لیتی ہوں۔۔۔ اس کی بات پر اسنے نا سمجھی سے اسے دیکھا“ او مطلب اسے ٹھیک کرتیں ہوں۔ اپ بلکل نہیں رونا۔“ اسنے اسکے آنسو صاف کر کے اسے بھرپور تسلی دے کر اسکے کمرے میں بھیجا۔ اور ابراہیم کو کال ملا دی

”اگر میری بہن بن کر بات کرنا ہے تو کرو۔“ دوسری طرف سے کال اٹھاتے ہی اسنے بھرپور سنجیدگی سے کہا

”ابراہیم وہ میری وجہ سے بہت پریشان تھی۔ یہ سب اسکی برداشت سے باہر کی باتیں ہیں وہ اسے واقعی برداشت نہیں کر پائی اور اپنی فرسٹریشن تم پر نکال دی۔۔۔ تم بھی سمجھو نا اسکی حالت کو۔۔۔ رو رو کر اسنے اپنی آنکھیں سو جھالی ہیں۔ اسنے ہمیشہ تمہاری توجہ اور محبت دیکھی ہے تمہارا غصہ اور انگور کرنا اسے برداشت نہیں ہو رہا۔ میرے سامنے ابھی اتنا رو کر گئی ہے کتنی مشکل سے اسے سمجھا کر بھیجا ہے میں نے۔“ اس کی بات سنتے ابراہیم کی ہنسی بند نہیں ہو رہی تھی

”مجھے پتا ہے تمہارے دانت نکل رہے ہوں گیں صوفی کی حالت کا سن کر۔“ وہ پر یقین لہجے میں بولی تو وہ زور سے ہنسا

”ویسے میری بہن بن کر بات کی ہے تم نے قسم سے اسکی حالت بتا کر دل بھی خوش کیا اور میرا غصہ بھی ختم کر دیا۔۔۔ جیو میری بہن۔“ اسکی باتیں سنتی وہ ہنس دی

ایک ہفتہ پر لگا کر اڑ گیا تھا آج انکے گھر رونق لگی تھی۔ سب کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے۔ صوفی جبور کے کمرے میں اسے تیار ہونے میں مدد دے رہی تھی۔ اسنے کوپر کلر کا پیروں کو چھو تا فراک پہنا تھا جس کے گلے اور سیلیوز پر بہت ہی خوبصورت گولڈن کام ہوا ہوا تھا۔ لائیٹ سے میک اپ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ چہرے پر سچی خوشی الگ ہی اسے تابناکی بخش رہی تھی۔ آج بھی اسنے پھولوں کا زیور پہنا تھا کہ یہ احزم کی فرمائی ش تھی۔ جیسے اس نے دل و جان سے پورا کیا تھا

”ماشاء اللہ ماشاء اللہ میری بہن کو کسی کی نظر نا لگے۔“ صوفی نے کاجل لے کر اسکے کان کے پیچھے لگایا تو اسکی محبت دیکھ مسکرا دی

”سب مہمان آچکے ہوں گے۔۔۔ جاؤ جلدی سے تم بھی ریڈی ہو جاؤ۔۔۔ ماما آگئی تو پھیر خیر نہیں۔“ اسنے اسے باہر کی طرف نکالا تو ہنستی ہوئی اپنے کمرے میں آگئی۔ بے دلی سے بیڈ پر رکھا گلابی شارٹ فرائک اور پاجامہ اٹھایا اور واش روم میں گھس گئی۔ ڈریس بدل کر وہ بے دلی سے تیار ہو رہی تھی۔ اس پورے ہفتے ابراہیم نے ایک بار بھی اسے کال نہیں کی تھی ورنہ تو روز کال کر کے دماغ کھا جاتا تھا۔

”آج کے دن اس طرح تیار ہوگی تم؟“ ابراہیم کی سنجیدہ آواز پر وہ کرنٹ کھا کر پلٹی

”آج کا دن آپنی کا ہے میرا نہیں۔“ وہ نزوٹھے پن سے بول کر اپنے بال بنانے لگی

”کیوں مجھ سے شادی نہیں کرنی تم نے؟“ اسکے پوچھنے پر وہ حیران ہو کر اسکا چہرہ دیکھنے لگی کیا بول رہا تھا وہ اسنے بات سمجھنے کی کوشش کی۔ اب کے وہ سنجیدگی برقرار نہ رکھ سکا۔ اور ہنس دیا اسکے چہرے پر تاثرات ہی ایسے تھے۔ اسے ہنستا دیکھ صوفی

کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونا شروع ہو گئے۔ اس سے پہلے کے وہ رو دیتی۔ ابراہیم نے اسے کھینچ کر اپنے ہاتھوں میں لے لیا

”سوری ابراہیم۔۔۔ پتا نہیں کیسے وہ سب میرے منہ سے نکل گیا۔۔۔ میں۔۔۔ باقی کے الفاظ اس کے منہ میں رہ گئے
کمرے میں معنی خیزی خاموشی چھا گئی

”اب اچھا سا تیار ہو کر آؤ نیچے ہماری بھی تاریخ رکھی جا رہی ہے جانم۔ وہ اس تھوڑا دور ہوا اور اس کا چہرہ دیکھنے لگا جو شرم سے سرخ ہو رہا تھا۔ اور گنگناتے ہوئے باہر نکل گیا

دل ہے کہ مانتا نہیں

مشکل بڑی ہے رسم محبت یہ جانتا ہی نہیں

ایک مہینے بعد کی تاریخ رکھی گئی تھی ان چاروں کی۔ مایوں ساتھ ہی تھی پر صوفی کی رخصتی احزم کے ولیمے میں ہونا قرار پائی تھی۔ سب ایک دوسرے کا منہ میٹھا کر رہے تھے۔ احزم نے حبور کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ سب کی موجودگی میں وہ شرمناک ہی تھی پر اسے پرواہ نہیں تھی ابراہیم خوب اس کا کارڈ لگا رہا۔ اور سب انہیں دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ سارا بیگم اور اظہار صاحب بھی انعم کے ساتھ ان کی خوشیوں میں شامل ہونے آئے ہوئے تھے۔ شرجیل کل واپس جا چکا تھا۔ اس نے جانے سے پہلے حبور کو کال کی تھی

”جبور مجھ میں ناہمت ہے ناطاقت کہ تم سے نظر ملا کر اپنے جرم کا اعتراف کر کے تم سے معافی مانگوں۔۔۔۔۔ پلیر جبور مجھے معاف کر دو۔۔۔۔۔ بے شک میرا عمل معافی کے قابل نہیں پر کیا پتا تم معاف کرو تو اللہ بھی مجھے معاف کر دے۔ وہ بولتے ہوئے رو پڑا تھا

جبور نے اسکی بات سنی اور گہرا سانس لے کر گویا ہوئی

”میں نے اپنے رب کی رضا کے لئے آپ کو معاف کیا، کہ اللہ کو معاف کرنے والے لوگ بہت پسند ہیں۔ حالانکہ یہ بہت مشکل کام ہے۔۔۔۔۔ پر اگر میں نے آج آپ کو معاف نہ کیا تو میں قیامت کے روز اپنے رب سے کیسے امید رکھوں گی کہ وہ بھی میری غلطیوں پر مجھے معاف فرما دے گا۔۔۔۔۔ اور ویسے بھی اگر اللہ ناچاہتا تو وہ کبھی آپکے دل میں یہ بات ناڈالتا۔ اور وہ جیسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے۔ ابھی آپ کا دل مکمل سیاہ نہیں ہوا۔ اللہ سے معافی مانگیں۔ بے شک وہ معاف کرنے والا ہے۔“

اس نے بول کر کال کاٹ دی تھی۔ اسنے اللہ کی رضا کے لئے اسے معاف تو کر دیا تھا پر دل میں اب بھی تکلیف موجود تھی۔ پر اب اسے صبر کرنا تھا اور آنے والی خوشیوں کے لئے شکر کہ اللہ تعالیٰ کو یہ دونوں عمل ہی بہت پیارے ہیں اور پیارے لوگ ہی یہ عمل کرتے ہیں۔

ختم شد